احکام قربانی سے متعلق انتہائی اہم فتاوی کا مجموعہ

فتاوی اظہریہ

احکام قربانی



مصنف

ابواطہر مفتی محمد اظہر مدنی

فیضان شریعت فاؤنڈیشن

فہرست

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

فیضان شریعت فاؤنڈیشن کا مختصر تعارف

الحمدللہ رب العالمین! فیضان شریعت فاؤنڈیشن ایک فلاحی و دینی غیر منافع بخش ادارہ ہے۔ مفتی محمد اظہر مدنی حفظہ اللہ نے 9 جولائی 2015ء بمطابق 21 رمضان المبارک 1436ھ کی مبارک ساعتوں میں اس فیضان شریعت فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔ اللہ کے فضل وکرم سے صرف پانچ سالوں میں ہزاروں خاندانوں کی دادرسی وامداد اس فاؤنڈیشن کے ذریعے کی گئی اور کی جارہی ہے۔

فیضان شریعت فاؤنڈیشن کے شعبہ جات

1۔ دارالافتاء فیضان شریعت فاؤنڈیشن

فیضان شریعت فاؤنڈیشن کا سب سے اہم اور سب سے زیادہ متحرک شعبہ دارالافتاء فیضان شریعت ہے۔ ہزارہا افراد اپنے مسائل کی شرعی رہنمائی کے لئے دارالافتاء فیضان شریعت پر رابطہ کرتے ہیں۔ الحمدللہ کم وبیش 30 ہزار رجسٹرڈ لوگوں تک ہمارے یہ فتاوٰی بصورت وٹس ایپ وغیرہ پہنچ رہے ہیں تا حال اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

(اگر آپ بھی ان فتاوٰی کی اپڈیٹس حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے آفیشل نمبر 03214061265 پر رابطہ کریں۔)

الحمدللہ جہاں یہ شعبہ عام عوام کی شرعی رہنمائی کرتا ہے وہیں علم فقہ میں دلچسپی رکھنے والے طلباء وعلماء کے لئے اسی شعبہ کے تحت افتاء کی مشق قبلہ امیر محترم مفتی محمد اظہر مدنی اپنی خاص نگرانی میں کروا رہے ہیں۔

2۔ خدمت سادات:

فیضان شریعت فاؤنڈیشن کے ترجیحی کاموں میں سے سب سے نمایاں کام جو اس فاؤنڈیشن کی بنیاد کا سبب بنا وہ مستحق آل رسول ﷺ یعنی سادات کرام کی خدمت ہے۔ الحمدللہ تا وقت تحریر سینکڑوں سادات خاندان کی خدمت کی ذمہ داری فاؤنڈیشن سالہا سال سے احسن انداز میں نبھا رہی ہے۔ کوئی بھی اسلامی دن ہو یا کوئی خوشی کا موقع ہو تو مستحق سادات کرام کی خدمت ترجیحی بنیادوں پر کی جاتی ہے۔ ان کے لئے گرمی سردی کے کپڑے، سادات بیٹیوں کی شادیوں کے انتظام، سادات بیواؤں کی مستقل طور پر خدمات وغیرہ اس شعبہ کے نمایاں کام ہیں۔

3: علمی مراکز کا قیام:

چونکہ فیضان شریعت فاؤنڈیشن کے مقاصد میں اشاعت دین ایک بنیادی مقصد ہے اسی مقصد کے حصول کے لئے جامعات کی تعمیر کے مختلف پراجیکٹس پر کام جاری ہے۔ الحمدللہ ابھی حال ہی میں کاغان کے پہاڑی علاقے پارس میں اسلامی بہنوں کا پہلا اور واحد جامعہ **"جامعہ فیضان شریعت للبنات"** کے نام سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس سے قبل ہزاروں کی آبادی رکھنے والے اس علاقہ میں اسلامی بہنوں کی تعلیم وتربیت کے لئے کوئی جامعہ نہیں تھا۔ الحمدللہ یہ اعزاز بھی **فیضان شریعت فاؤنڈیشن** کے حصہ میں آیا کہ اس علاقہ میں ہماری فاؤنڈیشن روشنی کی پہلی کرن ثابت ہوئی ہے۔ الحمدللہ رب العالمین

الحمدللہ! اسی طرح اب لاہور میں ایک بڑے مرکز کے لئے کوششیں کی جارہی ہیں جہاں **فیضان شریعت فاؤنڈیشن** کے جملہ شعبہ جات ان شاء اللہ ایک چھت تلے کام کررہے ہوں گے۔

4۔علم وعلماء کی خدمت:

الحمدللہ! فیضان شریعت فاؤنڈیشن اس شعبہ میں بھی امتیازی شان رکھتی ہے۔ اللہ کے فضل سے ہر سال مستحق ومحنتی طلباء کو نصابی کتب کی فراہمی فی سبیل اللہ کی جاتی ہے۔ الحمدللہ! فیضان شریعت فاؤنڈیشن علم وعلماء کی خدمت کا علم بلند کرتے ہوئے کئی علماء کے گھروں کی تعمیر کر چکی ہے۔ بحمدللہ تاوقت تحریر کم وبیش 8 کے قریب گھر مستحقین کو بنا کر دیئے جا چکے ہیں۔ ہمارا عزم ہے کہ ان شاء اللہ ہر سال ایک مستحق محنتی عالم دین (جو اپنا گھر نہیں رکھتے) کے لئے گھر کی تعمیر میں معاونت کریں۔ الحمدللہ! خاص اس مد میں تعاون کرنے والے ہمارے صاحب حیثیت حضرات اس خاص وانوکھی خدمت پر نا صرف قابل تعریف ہیں بلکہ لائق تقلید بھی ہیں۔

5۔دکھی انسانیت کے لئے فلاحی کام:

اس شعبہ کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے لگایئے کہ اس ایک شعبہ کے کئی ذیلی شعبہ جات ہیں۔ مثلاً

- ہر ماہ مستحق بچیوں کی شادی کا انتظام وانصرام
- مستحق غریب مریضوں کے علاج میں معاونت
- خیبر پختونخواہ کے خطرناک ترین پہاڑی علاقوں میں فلاحی خدمات کرنے والی پہلی وواحد فاؤنڈیشن کا اعزاز۔
- بے روزگار افراد کو معاشی طور پر مضبوط کرنے کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کرنا۔

6۔خدمت مساجد:

الحمدللہ! مختلف مقامات پر مساجد کی تعمیر وتزئین کا کام سارا سال چلتا رہتا ہے۔

7۔خدمت مدارس:

فیضان شریعت فاؤنڈیشن جس طرح مسلمانوں کی انفرادی زندگیوں میں مدد کرتی ہے اسی طرح چھوٹے ادارے مثلاً مدارس جو فنڈز کی انتہائی کمی کا شکار ہوتے ہیں ان کے لئے بھی اپنی خدمات پیش کررہی ہے۔ الحمدللہ کئی ایک مدارس ومساجد کی اسی طور پر خدمت کا سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔

8۔دارالنور(روحانی علاج ومعالجہ)

الحمدللہ! فیضان شریعت فاؤنڈیشن کی انفرادیت کو مزید چار چاند لگاتا یہ شعبہ دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔ جہاں اس شعبہ کے تحت مسلمان مرد حضرات امیر محترم مفتی اظہر مدنی کے تربیت یافتہ شاگرد سے روحانی علاج ومعالجہ فی سبیل اللہ کروا رہے ہیں وہی خواتین میں روحانی معالجہ بھی میسر ہیں۔ الحمدللہ قبلہ مفتی صاحب کی زوجہ محترمہ خود اسلامی بہنوں کے علاج ومعالجہ کو دیکھ رہی ہیں۔

9۔غرباء کا مفت علاج:

اس مہنگائی کے دور میں جہاں دو وقت کی روٹی کھانا دشوار نظر آتا ہے وہاں غریب خاندانوں میں کوئی فرد کسی مہلک بیماری کا شکار ہو جائے تو بے چارہ علاج کی سکت نہ ہونے کے سبب سسک سسک کر اپنی موت کا انتظار کرنے لگتا ہے حالانکہ وہ بھی جانتا ہے کہ علاج کروایا جائے تو شاید وہ تھوڑا اور جی لے اور اس آزمائش و تکلیف سے نکل آئے مگر علاج کروانے کے وسائل کہاں سے لائے؟

محترم قارئین کرام! یہی درد لے کر فیضان شریعت فاؤنڈیشن دکھی انسانیت کے لئے راحت کا سامان فراہم کرنے میں دن رات کوشاں ہے۔الحمدللہ سارا سال مستحق مریضوں کا ماہر ڈاکٹرز کی نگرانی میں معیاری علاج و معالجہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ان انتہائی مستحق مریضوں کے علاج کے تمام تر اخراجات فاؤنڈیشن برداشت کرتی ہے۔الحمدللہ رب العالمین۔

10۔خواتین کو خود کفیل بنانا:

الحمدللہ! فیضان شریعت جس طرح مرد حضرات میں روزگار کے مواقع فراہم کرنے میں مصروف عمل ہے وہی مہنگائی کے اس دور میں مرد حضرات کی صحیح معنوں میں ساتھی بننے والی خواتین کے لئے انہیں مختلف روزگار مہیا کرنا بھی فاؤنڈیشن کے نمایاں کاموں میں سے ہے۔

خواتین کو خود کفیل بنانے کے لئے مختلف اوقات میں مختلف دورانیے کے شارٹ کورسز کرائے جاتے ہیں۔مثلاً سلائی کڑھائی، بیوٹیشن کورس، ریڈی میڈ ڈریس ڈیزائننگ کورس وغیرہا کورسز بھی مفتی صاحب کی زوجہ محترمہ کی نگرانی میں کروائے جاتے ہیں۔

11:سوشل میڈیا:

الحمدللہ دور جدید کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے سوشل میڈیا جیسے پلیٹ فارم پر مختلف مواقع کی مناسبت اور حالات حاضرہ پر شرعی رہنمائی کرتی پوسٹس ویڈیوز کا سلسلہ جاری وساری ہے۔الحمدللہ دین کی تبلیغ واشاعت کو جدید تقاضوں کے مطابق عوام تک پہنچانے کے لئے مزید کئی پراجیکٹس پر کام جاری ہے۔

جن میں سب سے اہم کام ایک سٹوڈیو کا قیام ہے۔جہاں سے مختلف موضوعات پر شرعی رہنمائی کے پروگرامز، اصلاح کرتی مختصر فکری ویڈیوز وغیرہ شامل ہیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہماری اور آپ کی اس منفرد فاؤنڈیشن کو خوب خوب ترقی عطا فرمائے، تمام احباب سے گزارش ہے کہ کم از کم ہماری اس فاؤنڈیشن کو اپنی دعاؤں میں خاص طور پر یاد رکھیں۔اللہ پاک تمام تعاون فرمانے والوں کی جان مال عزت و آبرو میں مزید برکات کا نزول فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا شان اسلم قادری

فیضان شریعت فاؤنڈیشن پاکستان

عرض مرتب

اللہ پاک کے فضل وکرم سے فقیر شان اسلم قادری عفی عنہ کو رئیس دارالافتاء فیضان شریعت مفتی محمد اظہر مدنی حفظہ اللہ کے فتاویٰ کی ترتیب و تبویب، اسی طرح ڈیزائنگ وکمپوزنگ کی اہم ترین ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ الحمدللہ قبلہ مفتی صاحب کی نگرانی میں فقیر یہ کام کررہا ہے اور فتاویٰ کا پہلا مجموعہ بنام **"فتاویٰ اظہریہ"** ہدیۂ قارئین کررہا ہے۔ حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ فتاویٰ میں کسی قسم کی کمپوزنگ کی اغلاط نہ ہوں اور فتاویٰ کی تصحیح کا بھی حتی الامکان خیال رکھا گیا ہے البتہ چونکہ یہ ایک ادنی بشری کوشش ہے لہذا اگر قارئین کرام کسی جگہ کوئی غلطی پائیں تو بغیر کسی تاخیر کے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ اس غلطی کو درست کیا جاسکے۔ احباب اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں تاکہ آئندہ ان کو ملحوظ خاطر رکھنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ پاک ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا شان اسلم قادری
فیضان شریعت فاؤنڈیشن پاکستان
shaneraza2526@gmail.com

FaizaneShariatFoundation@gmail.com
azharmadani85@gmail.com

دارالافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

قربانی کس پر واجب ھے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ قربانی کے لئے جو نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی جو ضرورت سے زیادہ ہے، تو کیا اس کی ساری شرائط میں یہ شرط بھی ہے کہ اس نصاب پر پورا سال گزر جائے؟۔ جیسے میرے پاس پچاس ہزار روپے ہیں مگر جو ابھی میں نے سنبھال کر رکھے ہیں، مجھے فی الحال ان کی ضرورت نہیں مگر ان پر سال نہیں گزرا تو اب مجھے قربانی کرنا ہوگی یا نہیں؟

سائل: یامین (مرکز الاولیاء، لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

قربانی کے وقت میں یعنی دسویں کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کی مغرب تک اگر کسی کے پاس اتنی رقم یا کوئی مال واسباب جو بقدر نصاب اور حاجت اصلیہ سے زائد ہو یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر کسی بھی طرح کا مال واسباب، کرنسی، بانڈ، مال تجارت، پلاٹ، مکان یا کوئی بھی چیز ہوئی تو قربانی واجب ہو جائیگی اور آج (23-6-2020) کے ریٹ کے مطابق لاہور میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تقریبا 57800 ہے۔(یہ ریٹ پچھلے سال کا ہے، لہذا ہر سال ایام قربانی کے وقت ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا)

اس پر سال کے گزرنے کی شرط نہیں۔ قربانی کے واجب ہونے کے لئے مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم، مالک نصاب، آزاد، ہونا شرط ہے۔ نابالغ پر بھی قربانی واجب نہیں۔

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "جو شخص دوسو درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہو وہ غنی ہے اس پر قربانی واجب ہے۔ حاجت سے مراد رہنے کا مکان اور خانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہو اور سواری کا جانور اور خادم اور پہننے کے کپڑے ان کے سوا جو چیزیں ہوں وہ حاجت سے زائد ہیں۔"

(بہار شریعت، اضحیہ کا بیان، جلد3، حصہ15، صفحہ333، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "وإنما تجب علی حر مسلم مقیم موسر عن نفسه" ترجمہ: قربانی صرف آزاد، مقیم، غنی پر اپنی طرف سے واجب ہے۔ (ملتقی الابحر، کتاب الاضحیۃ، جلد1، صفحہ166، بیروت)

فتاوی عالمگیری میں ہے ”(وأما) (شرائط الوجوب):منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة۔۔۔ومنها الإسلام۔۔۔ومنها الحرية۔۔۔ومنها الإقامة، ولا يشترط أن يكون غنيا في جميع الوقت حتى لو كان فقيرا في أول الوقت، ثم أيسر في آخره تجب عليه ملتقطا“ ترجمہ:قربانی کے وجوب کی شرائط میں سے غنی ہونا اور یہاں اس مراد وہ غنا ہے جو صدقہ فطر سے متعلق ہے نہ کہ زکوۃ سے، اسلام، آزاد ہونا اور انہیں شرائط میں سے مسافر نہ ہونا ہے۔اور یہ شرط نہیں کہ قربانی کے مکمل وقت میں غنی ہو حتی کہ اگر کوئی ابتدائی وقت میں فقیر تھا پھر آخری وقت میں غنی ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔ (عالمگیری، کتاب الاضحیۃ، الباب الاول، جلد5، صفحہ 292، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے”قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں:۔

(1)اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔

(2)اقامت یعنی مقیم ہونا۔مسافر پر واجب نہیں۔

(3)تونگری یعنی مالک نصاب ہونا یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے وہ مراد نہیں جس سے زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

(4)حریت یعنی آزاد ہونا جو آزاد نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں لہذا عبادت مالیہ اس پر واجب نہیں۔

مرد ہونا اس کے لئے شرط نہیں۔عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے اس کے لئے بلوغ شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور نابالغ پر واجب ہے تو آیا خود اس کے مال سے قربانی کی جائے گی یا اس کا باپ اپنے مال سے قربانی کرے گا۔ظاہر الروایہ یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے۔شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے لئے جو وقت مقرر ہے اس کے کسی حصہ میں شرائط کا پایا جانا وجوب کے لئے کافی ہے مثلاً ایک شخص ابتدائے وقت قربانی میں کافر تھا پھر مسلمان ہو گیا اور ابھی قربانی کا وقت باقی ہے اس پر قربانی واجب ہے جب کہ دوسرے شرائط بھی پائے جائیں اسی طرح اگر غلام تھا اور آزاد ہو گیا اس کے لئے بھی یہی حکم ہے۔یونہی اول وقت میں مسافر تھا اور اثنائے وقت میں مقیم ہو گیا اس پر بھی قربانی واجب ہو گئی یا فقیر تھا اور وقت کے اندر مالدار ہو گیا اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

(بہار شریعت، اضحیہ کا بیان، جلد3، حصہ 15، صفحہ 332، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

واللہ اعلم و رسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

01ذو القعدۃ الحرام 1441ھ 06جون 2020ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دارالافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور +92 321 4061265

قربانی کے جانور کی کم از کم عمر کتنی ضروری ھے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ قربانی کے جانور کی عمر کتنی ہونی چاہیے؟ ایک بکرہ جس کی عمر ایک سال ہے لیکن ابھی اس کے دانت نہیں آئے تو کیا اس کی قربانی کی جاسکتی ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تک دانت نہ آئے ہوں اس کی قربانی نہیں کرسکتے۔

سائل: محمد کاشف (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے: اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے، ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہہ بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(بہار شریعت جلد 3 حصہ 15 ص 340 مکتبۃ المدینہ کراچی)

درمختار میں ہے: وصح الجذع ذو ستۃ أشھر من الضأن إن کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعد۔ وصح الثنی فصاعداً من الثلاثۃ والثنی ھو ابن خمس من الإبل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاۃ والمعز۔ بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ بھی جائز ہے جب کہ وہ اتنا بڑا ہو کہ اگر ایک سال کی بھیڑوں میں مخلوط ہو تو دور سے پہچانا نہ جاسکے، پانچ سال کا اونٹ، دو سال کی گائے اور بھینس یا ایک سال کی بکری اور دنبہ ہونا ضروری ہے، اس عمر سے زیادہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(درمختار مع ردالمحتار جلد 9 ص 533,534 مکتبہ حقانیہ پشاور)

قربانی کیلئے بکرہ اگر ایک سال کا ہے تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے، دانت ابھی آئے ہوں یا نہ آئے ہوں کیونکہ قربانی کے جواز کیلئے بکرے کا ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ایک حدیث شریف میں ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لاتذبحوا الا مسنۃ" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ مسنہ کی قربانی کرو۔

(مسلم شریف، کتاب الاضاحی، باب سن الاضحیۃ، جلد 2، صفحہ 155، مطبوعہ، کراچی)

اس حدیث پاک کے تحت علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں ”قال العلماء المسنۃ ھی الثنیۃ من کل شئی من الابل والبقر والغنم فمافوقھا“ ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ مسنہ یہ اونٹ اور گائے اور بکری ہر شئے میں سے ثنیہ یا جو اس سے اوپر ہو اس کو کہتے ہیں۔

(شرح الکامل للنووی علی صحیح مسلم، کتاب لاضاحی، باب سن الاضحیۃ، جلد 7، صفحہ 132، مطبوعہ، دارالحدیث قاہرۃ)

اور بکریوں وغیرہ میں ثنیہ اس کو کہتے ہیں جو پورے ایک سال کا ہو اس سے کم نہ ہو۔ علامہ علاؤالدین ابی بکر بن سعود الکاسانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں ”والثنی من الشاۃ والمعز ماتم لہ حول و طعن فی السنۃ الثانیۃ“ ترجمہ: اور ثنیہ بکری اور بھیڑ میں سے وہ ہے کہ جس کا ایک سال پورا ہوا اور وہ دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، جلد 4، صفحہ 206، مطبوعہ، کوئٹہ)

اور اسی طرح مولانا مفتی امجد علی اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں ”قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے اونٹ پانچ سال کا گائے دو سال کی بکری ایک سال کی اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔“

(بہار شریعت، حصہ 15، جلد 3، صفحہ 340، مکتبۃ المدینہ کراچی)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

27 ذی قعدہ 1433ھ 15 اکتوبر 2012ء

دار الافتاء فیضان شریعت
المفتی
ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

ذوالحجۃ میں بال وناخن نہ کٹوانے کا ثبوت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ قربانی میں جو دس دن بال اور ناخن نہ کاٹنے کا ہے، کیا اس بارے میں کوئی حدیث ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی Logic کیا ہے؟ اور کچھ لوگ اعتراضات کرتے ہیں، کہ یہ کیا ہے کہ بال اور ناخن کا اس سے کیا تعلق ہے اس بارے میں تفصیل سے وضاحت فرمائیں! سائل: محمد فاروق (بلوچستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جی ہاں! ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد سے قربانی تک ناخن اور بال نہ کاٹنے کے بارے میں کئی صحیح احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "صحیح مسلم" میں اور پھر امام ابوداؤد "سنن ابی داؤد" میں حضرت اُم المومنین اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت کرتے ہیں، اور "صحیح مسلم" کے الفاظ یہ ہیں: عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال اذا رأیتم ھلال ذی الحجۃ، وارادا حدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ۔ ترجمہ: حضرت ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو، اور تم میں سے جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو کاٹنے سے رُک جائے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب نہی من دخل علیہ الخ، جلد2، صفحہ160، کراچی)

اور "سنن ابی داؤد" کے الفاظ یہ ہیں: قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم من کان لہ ذبح یذبحہ فاذا اھل ھلال ذی الحجۃ فلا یأخذن من شعرہ و لا من اظفارہ شیئا حتی یضحی۔ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آجائے، تو جس نے قربانی کرنی ہے، وہ اپنے بالوں اور ناخنوں میں کچھ نہ لے، (یعنی نہ کاٹے) یہاں تک کہ قربانی کرلے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الاضاحی، باب الرجل یاخذ من شعرہ الخ، جلد2، صفحہ30، مطبوعہ ملتان)

اور ذوالحجہ کے چاند سے لے کر قربانی تک بال و ناخن نہ کاٹنے کی Logic یعنی حکمت یہ ہے کہ حاجیوں سے کچھ مشابہت ہوجائے، جیسا کہ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی جو امیر وجوباً یا فقیر نفلاً قربانی کا ارادہ کرے، وہ بقرعید کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک ناخن، بال اور مُردار کھال وغیرہ نہ کاٹے، نہ کٹوائے، تاکہ حاجیوں سے قدرے مشابہت ہوجائے، کہ وہ (یعنی حاجی) لوگ احرام میں حجامت نہیں کراسکتے، اور تاکہ قربانی ہر بال ناخن کا فدیہ بن جائے، یہ حکم استحبابی ہے، وجوبی نہیں۔ لہٰذا قربانی والے (کا) حجامت نہ کرانا بہتر ہے، لازم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے مشابہت بھی اچھی ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، قربانی کا باب، جلد 2، صفحہ 370، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

مذکور بالا مفتی صاحب کی تحریر سے یہ واضح ہوگیا کہ بال و ناخن نہ کاٹنے میں کیا Logic یعنی حکمت ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قربانی سے اس کا کیا تعلق ہے۔ بہرحال یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں کہ اگر اس طرح کرلیا تو اچھا ہے، اور اگر نہ کیا تو کوئی گناہ نہیں، البتہ اگر کسی کو ناخن یا ممنوعہ بال کاٹے ہوئے چالیس دن ہوچکے ہوں یا دس ذوالحجہ تک اکتالیسواں دن ہونے والا ہو تو اب اس کو نہ کاٹنے کا گناہ ملے گا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: یہ حکم صرف استحبابی ہے، کرے تو بہتر نہ کرے تو مضائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے ہیں، نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے 31 دن سے کسی عذر کے سبب خواہ بلا عذر ناخن تراشے ہوں، نہ خط بنوایا ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہوگیا، تو وہ اگرچہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو، اس مستحب پر عمل نہیں کرسکتا کہ اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن وخط بنوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہوجائے گا، اور چالیس دن سے زیادہ نہ بنوانا گناہ ہے، فعلِ مستحب کے لئے گناہ نہیں کرسکتا۔ (فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 353، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں: بلکہ جو قربانی نہ کرسکے وہ بھی اس عشرہ (یعنی ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن) میں حجامت نہ کرائے، بقرہ عید کے دن بعدِ نمازِ عید حجامت کرائے تو ان شاء اللہ عزوجل (قربانی کا) ثواب پائے گا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، قربانی کا باب، جلد 2، صفحہ 370، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

06 ذوالحجۃ الحرام 1432ھ، 03 نومبر 2011ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دارالافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور +92 321 4061265

فلسفہ قربانی اور ملحد کو جواب

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں آئندہ قربانی نہیں کروں گا کہ کسی معصوم کی جان لینے سے اللہ عزوجل کیسے خوش ہوگا؟ اور یہ کون سی صحیح بات ہے کہ کسی کی یادتازہ کرنے کیلئے کسی کی جان کو قربان کیا جائے اور اسے تکلیف پہنچائی جائے؟ سائل: محمد جنید (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

آجکل کفارِ عیار و بداطوار مختلف ذرائع استعمال کرتے ہوئے دین کے بارے میں کم علم رکھنے والے بھولے بھالے مسلمانوں میں اِلحاد و بے دینی عام کرنے کی سازشیں اوران کے ذہنوں میں اسلام کے سنہرے اصولوں اور بہترین طریقوں کے بارے میں وساوس اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں جس کا شکار بالخصوص وہ طبقہ ہے جو فقط دنیاوی لحاظ سے تعلیم یافتہ ہونے پر ہی اکتفا کئے ہے، اور دینی علوم سے دور اور مذہبی فکر سے محروم ہے۔ مذکورہ نظریات کے حامل کو بھی یقیناً اسلامی احکام کی درست معلومات اوران میں پوشیدہ حکمتوں کے بارے میں پورے طور پر آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے کچھ اشکالات پیدا ہوئے ہیں۔ ایسوں پر لازم ہے کہ وہ خود کو کفار و شیاطین کے وساوس کی آماجگاہ نہ بنائیں۔ کسی بے دین کی صحبت اختیار کریں نہ اس کی تحریر وتقریر کے ذریعے اپنے ایمان کی بربادی کا سامان کریں۔ پھر اگر بالفرض کسی طرح کوئی وسوسہ ذہن میں جاگزیں ہوکر تشویش کا باعث بن بھی رہا ہوتو اس سے پہلے کہ خدانخواستہ اسلام کے بارے میں کوئی غلط نظریہ قائم کرکے اپنے ایمان سے ہاتھ دھوئیں علماء حقہ سے درست اسلامی معلومات حاصل کرکے اس کا فوری وکامل تدارک وسدباب کریں۔

مذکورہ مسئلے کے بارے میں تفصیلی گفتگو سے پہلے یہ بات ذہن نشین فرمالیجئے کہ چونکہ سب مخلوقات اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں، اس لئے حقیقت میں کسی کا کوئی حق نہیں مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا۔ لہٰذا یہ بات واضح رہے کہ حیوانات میں سے بھی ہر ایک کے

وہی حقوق ہیں جو پروردگارِ عالم جل جلالہ نے اس کے لئے بیان فرمائے ورنہ کسی کا اصلاً کوئی حق نہیں۔ حیوان تو حیوان خود حضرت انسان جو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف رکھتے ہیں ان کے جملہ حقوق اس غنی قدیر، رؤف ورحیم، رب الارباب عزوجل کے دستِ قدرت کے مرہونِ منت ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: ''ہم بھی اسی کے اور ہمارے حقوق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون ومال وعزت وغیرہا کو معصوم ومحترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہنچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔ یونہیں اب اس حرمت وعصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے مگر اس کریم رحیم جل وعلا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 460، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب حقیقت یہ ہے تو جانوروں کے بارے میں بھی وہی امور ناجائز ولازم الاحتراز ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا، اور جس بات کی اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرمائی وہ ضرور مباح وجائز ہے۔ باقی محض اپنی طرف سے خواہ مخواہ کا احساسِ حق تلفی اور خود ساختہ رحم دلی سراسر خام خیالی اور مبنی بر لاعلمی ونادانی ہے۔ بلکہ مذکورہ وہم تو شیوۂ بعض کفار، خصوصاً ہنود ناہنجار کی فکرِ ناپائیدار ہے کہ وہ اپنی بدعقل کے فتور وخلل کی بنا پر قربانی کے مبارک عمل کو تو ظلم جانتے ہیں اور خود اپنی لذتِ کام ودہن (یعنی منہ کے ذائقے کی لذت) کے لئے روزانہ سینکڑوں جاندار موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ جراثیم کش ادویات استعمال کرتے اور اپنے زعم کی لاکھوں معصوم جانوں کی ہتھیا اور ہلاکت کا باعث بننے میں کچھ رحم دلی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

جانوروں کے بارے میں یہ زعم قائم کرنا کہ انہیں ذبح کرنا گویا ان پر زیادتی وظلم ہے یہ اس حقیقت سے ناواقفی ہی پر مبنی ہے کہ ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے مسخر فرمایا اور ان سے انتفاع (ان پر سواری اور ان کا دودھ اور گوشت وغیرہ استعمال میں لاکر نفع اٹھانا) مباح فرمایا ہے، بلکہ ان جانوروں کو پیدا ہی انسانوں کے نفع کیلئے کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {أولم یروا أنا خلقنا لھم مما عملت ایدینا أنعاما فھم مالکون ο وذللناھا لھم فمنھا رکوبھم ومنھا یاکلون ο ولھم فیھا منافع ومشارب أفلا یشکرون} ترجمہ: کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے پیدا فرمائے تو وہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے ان چوپاؤں کو ان کا مسخر کردیا تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں، اور ان کے لئے ان میں منافع ہیں اور پینے کی چیز، تو کیا شکر نہیں کریں گے۔ (سورۃ الانعام: آیت 144)

ان جانوروں کے گوشت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بے شمار مصلحتیں رکھی ہیں، بلکہ طبعی اعتبار سے اصل غذائے انسان ہی گوشت ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فرماتے ہیں: ''اور کتبِ حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانوں میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قویٰ کی افزائشیں ہیں اس کے غیر سے حاصل نہیں۔'' (فتاوی رضویہ، جلد 14 صفحہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور نبی مکرم، رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوشت کو دنیا وآخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل وبہتر فرمایا ہے۔ جیسا

کہ سنن ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے۔"عن ابی الدرداء، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید طعام اھل الدنیا و اھل الجنۃ اللحم" (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب اللحم، حدیث:3305، جلد2، صفحہ1099، بیروت)

نیز ان کی قربانی کا حکم بھی اسی پروردگار عالم عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے سترھویں پارہ، سورہ حج کے پانچویں رکوع میں فرماتا ہے: {والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیرٌ فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا وأطعموا القانع والمعترط کذٰلک سخرنھا لکم لعلکم تشکرون} ترجمہ: "اور قربانی کے ڈیل دار جانوروں کو کیا ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں۔ تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے۔ تو اللہ کا نام لو ان پر کھڑے ہوئے، پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو خود کھاؤ، اور صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ، یہ ہیں ہم نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ تم احسان مانو، قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں۔"

تو جس پروردگار نے ان جانوروں کو پیدا فرمایا اور ہمارے لئے ان سے انتفاع جائز فرمایا اسی رب کائنات عزوجل کے حکم پر اگر ہم انہیں قربان کریں تو یہ معاذ اللہ تعالیٰ ہرگز ان پر ظلم اور زیادتی نہیں ہے، بلکہ قطعاً اطاعتِ ربِ کونین اور عین سعادت دارین ہے۔

پھر سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی یاد بھی کیوں منائی جاتی ہے، ذرا اس پر بھی تو غور کیجئے۔

انہیں جب اپنے رب عزوجل کی طرف سے اپنے اس عزیز بیٹے کی قربانی کا حکم ملا جو دعاؤں کا مانگا، بڑھاپے کا سہارا تھا تو انہوں نے بلا چون وچرا اس پروردگارِ عالم جل جلالہ کی اطاعت کی اور بیٹے کی قربانی کا وہ عظیم اور یادگار واقعہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس عظیم قربانی کو قبول فرما کر اپنی رضا سے سرفراز فرمایا اور یہ واقعہ اپنے پاکیزہ کلام میں بیان فرمایا اور بعد والی امتوں میں اس کی یاد بطور قربانی لازم فرما دی۔ چنانچہ قرآن پاک کا فرمان ہے: {رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ (100) فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (101) فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ (102) فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ (103) وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ (104) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (105) إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ (106) وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ} ترجمۂ کنزالایمان: "(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی) الٰہی! مجھے لائق اولاد دے۔ تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا، کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ کہا: اے میرے باپ! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ، اور ہم نے اسے ندا فرمائی: اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بیشک یہ روشن جانچ تھی، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا۔ اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔" (سورۃ صافات: آیت 101 تا 107)

ان آیات مبارکہ کے تحت مفسر شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی تفسیر نور العرفان میں فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ ابراہیم علیہ

السلام نے جانی، مالی، وطنی قربانیاں پہلے پیش فرمادی تھیں۔ یہ اولاد کی قربانی پیش کی کہ جس فرزند کو اپنی آخری عمر میں بہت دعاؤں کے بعد پایا، جو گھر کا اجالا، گود کا پالا، آنکھوں کا نور تھا، اسے اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا۔ لہٰذا سب سے بڑا امتحان یہی ہوا۔'' مزید فرمایا: ''معلوم ہوا کہ بڑے اہم واقعات کی یادگاریں قائم کرنا حکمِ شرعی ہے۔ بقرعید کی نماز، قربانی، تکبیر سب حضرت ابراہیم کی یادگاریں ہیں۔''

سورۃ النحل میں فرمان باری تعالیٰ ہے: {ثم أوحينا إليک أن اتبع ملة إبراهيم حنيفاً} ترجمۂ کنز الایمان: ''پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔'' (سورۃ النحل: آیت 123)

اس آیت میں ہمیں بھی دین ابراہیم کی پیروی کا حکم ہے، اور حضرت زید بن ارقم سے مروی حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرام علیہ الرضوان نے استفسار کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سنة أبيكم إبراهيم۔'' یعنی یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 3127)

معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کی اتباع میں ہم پر بھی قربانی واجب ہے۔ ہمارے پیارے نبی، مکی مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قربانی فرمائی اور آج تک تمام امت قربانی کرتی چلی آئی ہے۔

فتاوی فقیہہ ملت میں ہے: ''پھر خدائے تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا: {فصل لربک و انحر} اسی لئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام، صحابۂ کرام، تابعین عظام، آئمہ اسلام، فقہائے اعلام، مفسرینِ فہام اور محدثینِ ذوی الاحترام نے قربانیاں کیں۔ بلکہ ساری دنیا کے مسلمان چودہ سو سال سے قربانیاں کرتے چلے آئے اور کیوں نہ کریں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من وجد سعة و لم يضح فلا يقربن مصلانا۔ یعنی جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔'' (فتاوی فقیہہ ملت، جلد 2، صفحہ 240، شبیر برادرز، لاہور)

اور غور کیجئے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرکے اپنے عزیز بیٹے کی قربانی کرنے کو تیار ہو گئے۔ اب ہم اپنے پروردگار کے حکم پر ایک جانور بھی قربان نہ کریں بلکہ اس عمل کو ہی معاذ اللہ تعالیٰ نامناسب خیال کریں تو کس قدر دوں ہمتی، ناشکری اور سرکشی کی بات ہے۔ نیز یہ بھی ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کے تمام احکام میں انسانوں اور ساتھ ہی ساتھ حیوانوں وغیرہ کے لئے بھی بہت سی حکمتیں موجود ہیں۔ قربانی میں بھی جہاں انسانوں کے لئے منفعتیں ہیں وہاں جانوروں پر بھی کئی طرح کی شفقتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ جانور جو دیگر جانوروں کی طرح طبعی عمر تمام ہونے پر مختلف اذیتوں کے ساتھ سسک سسک کر مرتا، اسے اللہ کے نام پر آسان موت ملتی ہے۔ پھر اس جانور کو دوسروں سے کیسا امتیاز و تفوّق حاصل ہو جاتا ہے کہ دوسرے جانور بروز قیامت مٹی ہو جائیں گے جبکہ قربانی کے جانور بحکم حدیث قربانی کرنے والوں کی سواری بنیں گے اور جنت میں جائیں گے۔ چنانچہ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ السامی نے اپنے مقالہ فلسفۂ قربانی میں امام سیدنا رازی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی تفسیر کبیر کی یہ عبارت ذکر کرکے: ''ان قوله {فصل} إشارة إلى التعظيم لأمر الله، و قوله {و انحر} إشارة إلى الشفقة على خلق الله۔'' (یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمان {فصل} میں امر الٰہی کی تعظیم اور {و انحر} میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کی طرف اشارہ ہے۔) (تفسیر رازی، جلد 11، صفحہ 318) اس کے بعد فرمایا: ''(اس

شفقت علی خلق اللہ) کے کئی پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ قربانی کے جانور ذبح ہونے کے بعد حدیث صحیح کے مطابق جنت میں جائیں گے۔ اس پہلو سے جانوروں پر شفقت ہوئی۔" (مقالات کاظمی، جلد 1، صفحہ 446، مکتبہ ضیائیہ، راولپنڈی)

ہاں، شریعتِ اسلامیہ نے ہم پر یہ بات لازم کی ہے کہ جانور ذبح کرنے میں اسے بے ضرورت وزائد تکلیف ہرگز نہ دی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں سے مُنتفع ہونے (یعنی نفع اٹھانے) کی جہاں تک اجازت دی ہے اسی حد میں رہنا ضروری ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا اسلام وہ دین مبین ہے جس نے انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کے بھی حقوق مقرر فرمائے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے حسبِ مرتبہ حسن وخوبی کے برتاؤ کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ کفار سے جہاد میں بھی احسن انداز میں قتال کرنے، مقتولین کے اعضاء کا مثلہ نہ کرنے اور عورتوں، بچوں اور ضعیفوں وغیرہ پر بلاوجہ ہاتھ نہ اٹھانے وغیرہ امور کا لحاظ رکھنے کا فرمایا ہے۔ اسی طرح جانوروں کے ذبح میں بھی ہمیں خوبی اختیار کرنے کی تنبیہ فرمائی ہے۔ چنانچہ بہارِ شریعت میں نبی اکرم رسول محتشم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے: "صحیح مسلم میں شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز میں خوبی کرنا لکھ دیا ہے لہٰذا قتل کرو تو اس میں بھی خوبی کا لحاظ رکھو (یعنی بے سبب اس کو ایذا مت پہنچاؤ) اور ذبح کرو تو ذبح میں خوبی کرو اور اپنی چھری کو تیز کر لے اور ذبیحہ کو تکلیف نہ پہنچائے۔" (بہار شریعت، جلد 3، حصہ 15، صفحہ 114، مکتبہ رضویہ)

لہٰذا ذبح کرنے میں جانور کو بلاوجہ تکلیف پہنچانا ضرور اس پر ظلم اور ممنوع وناجائز ہے۔ چنانچہ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: "ہر وہ فعل جس سے جانور کو بلا فائدہ تکلیف پہنچے مکروہ ہے مثلاً جانور میں ابھی حیات باقی ہو ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا، اس کے اعضاء کاٹنا یا ذبح سے پہلے اس کے سر کو کھینچنا کہ رگیں ظاہر ہو جائیں یا گردن کو توڑنا۔"

(بہار شریعت، جلد 3، حصہ 15، صفحہ 118، مکتبہ رضویہ، کراچی)

ذبح کا طریقہ بیان کرتے ہوئے خلیفہ اعلیٰ حضرت، صاحبِ بہار شریعت، صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں، "اس طرح ذبح کرے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم سے کم تین رگیں کٹ جائیں۔ اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے۔ پھر جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے یعنی جب تک اس کی روح بالکل نہ نکل جائے اس کے نہ پاؤں وغیرہ کاٹیں نہ کھال اتاریں۔" ایک اور جگہ فرمایا، "جب تک جانور ذبح کے بعد ٹھنڈا نہ ہو جائے اس کا کوئی عضو کاٹنا مکروہ ہے۔" (بہار شریعت، جلد 3، حصہ 15، صفحہ 128، 150 مکتبہ رضویہ)

امیر اہلسنت، میرے پیر ومرشد حضرت علامہ مولانا محمد الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ ذبح کے وقت کے بعض ظلموں کے بارے میں منع کرتے ہوئے قربانی سے متعلق اپنے ایک رسالے "ابلق گھوڑے سوار" ارشاد فرماتے ہیں: "بعض لوگ گائے کو جلدی ٹھنڈی کرنے کے لئے ذبح کے بعد اس کی گردن کی کھال ادھیڑ کر چھری گھونپ کر اس کے دل کی رگیں کاٹ دیتے ہیں، یونہی ذبح کے فوراً بعد بکرے کی گردن چٹخ دیتے ہیں، جانوروں پر یہ بے جا ظلم نہ کئے جائیں۔ جس سے بن پڑے جانوروں پر ہونے والے یہ ظلم رکوائے۔"

(ابلق گھوڑے سوار، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

آپ نے قربانی کے تعلق سے جو بات ذکر کی ہے یہ کفر ہے کیونکہ قربانی اسلامی شعار ہے اور شعائر دینی میں سے کسی کا انکار کفر ہے اور سوال کے سیاق وسباق سے بھی ظاہر ہورہا ہے کہ مذکورہ شخص معاذ اللہ قربانی کو ظلم سمجھتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس کام کو خوشنودی کا ذریعہ قرار دیا یہ اس کو غلط سمجھتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان عالیشان ہے: {فصل لربک وانحر} ترجمہ: ''تو تم اپنے رب کیلئے نماز ادا کرو اور قربانی کرو۔''

سیدی اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت فتاوی رضویہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں: ''قربانی کو ظلم کہنے والا کافر ہے۔''

(فتاوی رضویہ شریف، جلد 14، صفحہ 356، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

چنانچہ مذکورہ نظریات رکھنے والا اگر مدعی اسلام تھا تو وہ مرتد ہو گیا۔ مرتد، کافر اصلی سے بدتر ہوتا ہے۔ دنیا میں اس کی سزا قتل ہے جو ذمۂ سلطان اسلام ہے اور آخرت میں ابدی رسوائی وہمیشہ ہمیشہ کا عذابِ جہنم ہے، کیونکہ اس نے اسلام کی نعمت پانے کے بعد اسے جھٹلایا، اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد اس کی ربوبیت کا انکار کیا اور دین اسلام کی توہین کی، تو اس سے بڑھ کر مجرم و مستحق عذابِ جہنم کون ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: {يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ} ترجمۂ کنز الایمان: ''جس دن کچھ منہ اونجالے (روشن) ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لاکر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔'' (سورۂ ال عمران، آیت 106)

علامہ مولانا مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی کی کفریہ کلمات کے موضوع پر لکھی ہوئی کتاب ''ایمان کی حفاظت'' کے مقدمے میں ہے: ''کفر کی آفت اتنی شدید ہے کہ کفر پر موت رب تعالیٰ کی دوامی ناراضی اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا سبب ہے۔ کافر شخص کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔ اللہ تعالیٰ اسے کچھ بھی معاف نہ فرمائے گا۔ رسول اکرم نور مجسم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کی شفاعت نہ فرمائیں گے۔ غور فرمایئے! کفر پر مرنے والے کی کبھی نجات نہ ہوگی۔ اسے اپنی نہ ختم ہونے والی زندگی عذاب میں گزارنا پڑے گی۔'

(ایمان کی حفاظت، صفحہ 7)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ} ترجمہ: ''تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے اور کفر کی حالت میں مرے اس کے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں رائیگاں ہیں اور وہ لوگ جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' (سورۃ البقرۃ: آیت 217)

لہٰذا مذکورہ شخص پر لازم اشد لازم ہے کہ فوراً فوراً گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرے اور خوب گڑگڑا کر اپنے ان کفریہ اعتقادات سے توبہ کرکے جلد از جلد تجدید ایمان (یعنی نئے سرے سے اسلام قبول) کرے۔

تجدید ایمان کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے۔ اے اللہ! مجھ سے جو یہ قربانی کو غلط سمجھنے والا کفر سرزد ہوا میں اس سے بیزار ہوں اور میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر یہ کلمہ پڑھ لے: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم'' یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اگر بیوی والا ہے تو دو مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں

نئے سرے سے نئے مہر پر نکاح کرے۔قاضی سے نکاح پڑھوانا ضروری نہیں بلکہ مذکورہ گواہوں کی موجودگی میں خود بھی عورت سے کہہ سکتا ہے میں نے تجھ سے نکاح کیا وہ کہے میں نے قبول کیا۔

ہر مسلمان بالخصوص کمزور ایمان والوں کیلئے نہایت ضروری ہے کہ ملحد و دین بیزار قسم کے لوگوں کی صحبت اور لٹریچر سے دور و نفور رہیں اور خدا نخواستہ اس طرح کا کوئی وسوسہ ذہن میں آئے تو فوراً فوراً علماء اسلام وسنت کی بارگاہ میں رجوع کر کے اس کا ازالہ کریں۔اس کے علاوہ خود بھی کتبِ اسلامیہ کا مطالعہ کر کے علمِ دین حاصل کریں اور ایسی صحبت اختیار کریں جو اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا تعلق مضبوط سے مضبوط تر کرتی رہے۔ان شاء اللہ عزوجل علماء کرام کی رہنمائی وعلم دین اور اچھے ماحول کی صحبت کی برکت سے ان کفار و بے دین اشرار کے وسوسوں سے نجات ملے گی۔

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

17 ذوالقعدۃ 1439ھ 31 جولائی 2018ء

دار الافتاء فیضان شریعت
المفتی
ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

قرآن وسنت سے ثابت شدہ فتاویٰ جات پڑھنے اور
دیگر اسلامی واصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج
(Faizan e Shariat Foundation)
کو ضرور لائک کریں۔اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں
تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں: +92 321 4061265

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

قربانی کی بجائے اگرغریب کی مدد کردوں تو؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ میری کزن بہت بیمار ہے تو کیا میں اپنی قربانی کرنے کی بجائے اس کی امداد میں رقم لگا سکتا ہوں، یا قربانی کے ایام میں جانور ذبح کئے بغیر وہی جانور کسی غریب کو دے سکتا ہوں، یا جانور میں جس قدر گوشت ہے اتنا گوشت غرباء ومساکین وغیرہ میں تقسیم کردوں اور جانور ذبح نہ کروں تو کیا میری قربانی ہوجائے گی؟ سائل: محمد اکبر(لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جی نہیں! اگر آپ پر قربانی واجب ہے تو قربانی کے ایام میں آپ کے ذمہ سے قربانی کا وجوب بغیر قربانی کئے ساقط نہ ہوگا اور نہ ہی اپنی کزن کے علاج کے لئے رقم خرچ کرنا قربانی کے قائم مقام ہوسکتا ہے، اسی طرح قربانی کے لئے خریدے گئے جانور کو ذبح کئے بغیر جانور کو صدقہ کرنے سے قربانی ہوتی ہے اور نہ ہی جس قدر جانور میں گوشت ہے اسی قدر گوشت صدقہ کردینے سے قربانی کا وجوب ساقط ہوگا کیونکہ مخصوص وقت میں مخصوص جانور کو ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 875ھ) لکھتے ہیں "(ومنها) أن لا يقوم غيرها مقامها حتى لو تصدق بعين الشاة أو قيمتها في الوقت لا يجزيه عن الأضحية؛ لأن الوجوب تعلق بالإراقة والأصل أن الوجوب إذا تعلق بفعل معين أنه لا يقوم غيره مقامه كما في الصلاة والصوم وغيرهما" ترجمہ: جانور ذبح کرنے کے علاوہ کوئی اور چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ حتی کہ اگر کسی نے بکری یا اس کی قیمت قربانی کے وقت میں صدقہ کردی تو یہ قربانی نہ ہوگی کیونکہ وجوب کا تعلق خون بہانے سے ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب وجوب کا تعلق کسی فعل معین سے ہو تو کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی جیسا کہ نماز وروزے کی جگہ کوئی اور عمل کرنے سے نماز وروزہ ادا نہیں ہوتا۔

(بدائع صنائع، کتاب الاضحیہ، فصل فی انواع کیفیۃ الوجوب، جلد5، صفحہ66، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی فرماتے ہیں ”قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی مثلاً بجائے قربانی اس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردی یہ ناکافی ہے۔“

(بہارِ شریعت، صفحہ 135، جلد 3، حصہ 15، مکتبہ رضویہ کراچی)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لا یقوم غیرھا مقامھا فی الوقت حتی لو تصدق بعین الشاۃ أو قیمتھا فی الوقت لا یجزئہ عن الأضحیۃ۔“ خلاصہ اوپر گزر چکا ہے

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الاضحیہ، صفحہ 293، جلد 5، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)



واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

20 ذو الحجۃ الحرام 1438ھ 12 ستمبر 2017ء

قرآن وسنت سے ثابت شدہ فتاوٰی جات پڑھنے اور

دیگر اسلامی واصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج

(Faizan e Shariat Foundation)

کو ضرور لائک کریں۔ اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں

تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں: +92 321 4061265

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

ایک بکرے کی قربانی تمام گھر والوں کی طرف سے

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(1) قربانی واجب ہونے کا نصاب کتنا ہے؟

(2) اگر گھر میں سے دو یا تین افراد پر قربانی واجب ہے کیا سب مل کر ایک بکرا کر دیں تو کیا سب کی قربانی ہو جائے گی؟

سائل: کلیم عطاری (مغلپورہ، مرکز الاولیاء لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) قربانی کے وجوب میں نصاب سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہو یا ان کے مساوی رقم یا کوئی دوسری شے جو اس کی حاجت اصلیہ کے علاوہ ہو اور وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے مساوی ہو تو اس پر قربانی وفطرہ واجب ہو جائے گا۔ردالمحتار میں ہے ”(و الیسار الخ) بان ملک مائتی درھم او عرضاً یساویھا غیر مسکنۃ و ثیاب اللبس او متاع یحتاجہ“ ترجمہ: نصاب سے مراد یہ ہے کہ دوسو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی) یا گھر، پہننے کے کپڑوں اور جس سامان کی طرف اسے احتیاج ہو کے علاوہ ایسا سامان جو اتنے دراہم کے برابر ہو۔ (درمختار مع ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، جلد6، صفحہ312، دارالفکر، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے ”قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصل حاجتوں کے علاوہ 56 روپیہ (ساڑھے باون تولے چاندی) کے مال کا مالک ہو، چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت، کاشتکار کے بل بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو۔“ (فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ370، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو مقیم، بالغ، آزاد، اور صاحب نصاب ہو لہٰذا قربانی گھر کے صرف ایک ہی فرد پر واجب نہیں ہوتی بلکہ گھر میں جتنے افراد میں مذکورہ شرائط پائی جاتی ہوں ان تمام پر واجب ہے۔ایک ہی بکرا سب کی طرف سے کفایت نہیں کرے

گا۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہوسکتی ہے، نہ سوا مالک نصاب کے کسی اور پر واجب ہے۔ اگر اس کی نابالغ اولاد میں کوئی خود صاحب نصاب ہو تو وہ اپنی قربان جدا کرے۔ یونہی زکوٰۃ جس جس پر واجب ہے یہ الگ الگ دیں، ایک کی زکوٰۃ سب کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ جو چیز واجب شرعی نہیں مثلاً صدقہ نفل ومیلاد مبارک وہ بھی ایک کے کرنے سے سب کی طرف سے نہ قرار پائے گا۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 369، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)



واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

18 ذی القعدہ 1433ھ/06 اکتوبر 2012ء

گائے کی قربانی میں عقیقہ کا حصہ ملانا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا گائے کی قربانی میں عقیقے کا حصہ ملایا جاسکتا ہے؟ وضاحت فرمادیں۔

سائل: غلام مصطفی (لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جی ہاں! گائے کی قربانی میں عقیقے کا حصہ ملایا جاسکتا ہے کیونکہ قربانی کے سب شرکاء کی نیت تقرب الی اللہ (ثواب کی نیت) ہونا ضروری ہے، یہ ضروری نہیں کہ وہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو مثلاً سارے قربانی ہی کرنا چاہتے ہوں بلکہ اگر تقرب کی جہتیں مختلف ہوں مثلاً ایک شریک اپنی واجب قربانی کرنا چاہتا ہے دوسرا شریک نفلی قربانی کرنا چاہتا ہے تیسرا شریک حج تمتع کا دم دینا چاہتا ہے اور چوتھا شریک حج قران کا دم دینا چاہتا ہے وعلی ہذا القیاس تو تب بھی قربانی جائز ہے اور عقیقہ بھی تقرب الی اللہ کی ایک صورت ہے لہٰذا عقیقہ اور قربانی کی شرکت بھی درست ہے۔ فقیہ النفس امام قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی قاضی خان میں فرماتے ہیں: ”ولو نوی بعض الشرکاء الاضحیۃ وبعضھم ھدی المتعۃ وبعضھم ھدی القران وبعضھم جزاء الصید وبعضھم دم العقیقۃ لولادۃ ولد ولد لہ فی عامہ ذالک جاز عن الکل فی ظاھر الروایۃ“ ترجمہ: قربانی کے جانور میں شریک بعض حصہ داروں نے قربانی کی نیت کی اور بعض نے حج تمتع کے دم کی نیت کی اور بعض نے حج قران کے دم کی نیت کی اور بعض نے شکار کی جزا کی نیت کی اور بعض نے عقیقہ کے خون کی نیت کی بچے کی ولادت کی وجہ سے جو اسی سال اس کے ہاں پیدا ہوا ہے ظاہر الروایۃ میں یہ قربانی سب کی طرف سے جائز ہے۔

(فتاوی قاضی خان، کتاب الاضحیۃ، فصل فیما یجوز فی الضحایا وما لا یجوز، جلد3، صفحہ237، مطبوعہ کراچی)

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں ہے ”ولو ارادوا القربۃ الاضحیۃ او غیرھا من القرب اجزاھم سواء کانت القربۃ واجبۃ او تطوعا او وجبت علی البعض دون البعض وسواء اتفقت جھات القربۃ او اختلفت بان اراد بعضھم الاضحیۃ وبعضھم جزاء الصید وبعضھم ھدی الاحصار وبعضھم کفارۃ شیء اصابہ فی احرامہ وبعضھم ھدی التطوع وبعضھم

دم المتعة و القران وهذا قول اصحابنا الثلاثة۔۔وکذالک ان اراد بعضهم العقیقة عن ولد و لد له من قبل لان ذالک جهة التقرب الی اللہ تعالی" ترجمہ: اور اگر قربانی کے شرکاء نے قربت کا ارادہ کیا وہ قربت قربانی ہو یا کوئی اور قربت ان کے لیے کافی ہے برابر ہے کہ وہ قربت واجبہ ہو یا نافلہ یا بعض پر واجب ہو اور بعض پر واجب نہ ہو برابر ہے کہ قربت کی جہات متفق ہوں یا مختلف بایں معنی کہ ان میں سے بعض نے قربانی کا ارادہ کیا ہو اور بعض نے شکار کی جزا کا اور بعض نے احصار کے دم کا اور بعض نے کسی ایسی شی کے کفارے کا جو اسے احرم میں پہنچی ہو اور بعض نے نفلی قربانی کا اور بعض نے حج تمتع اور قران کے دم کا ارادہ کیا ہو اور یہی قول ہمارے ائمہ ثلاثہ کا ہے اسی طرح اگر ان میں سے بعض نے اپنے بچے کے عقیقے کا ارادہ کیا جو اس سے پہلے پیدا ہو چکا ہے اس لیے کہ عقیقہ بھی تقرب الی اللہ کی ایک جہت ہے۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الاضحیۃ، جلد 5، صفحہ 72، مطبوعہ بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں: "قربانی کے سب شرکا کی نیت تقرُّب کی ہو اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی کا ارادہ گوشت نہ ہو اور یہ ضرور نہیں کہ وہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو مثلاً سب قربانی ہی کرنا چاہتے ہیں بلکہ اگر مختلف قسم کے تقرب ہوں وہ تقرب سب پر واجب ہو یا کسی پر واجب ہو اور کسی پر واجب نہ ہو ہر صورت میں قربانی جائز ہے مثلاً دمِ احصار اور احرام میں شکار کرنے کی جزا اور سر منڈانے کی وجہ سے دَم واجب ہوا ہو اور تمتع و قران کا دَم کہ ان سب کے ساتھ قربانی کی شرکت ہوسکتی ہے۔ اسی طرح قربانی اور عقیقہ کی بھی شرکت ہوسکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 15، جلد 3، صفحہ 343، مکتبۃ المدینہ کراچی)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

12 شوال المکرم 1435ھ 9 اگست 2014ء



کیا پیر صاحب کی طرف سے قربانی کرسکتے ھیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا شوہر اپنی بیوی کی طرف سے قربانی دے سکتا ہے، کیا بیٹا اپنے والدین کی طرف سے قربانی دے سکتا ہے اور کیا مرید اپنے پیر کی طرف سے قربانی دے سکتا ہے؟ کیا پیر کی اجازت کے بغیر ان کا حصہ قربانی میں ڈال دینے سے باقی حصہ داروں کی قربانی پر کوئی اثر پڑے گا؟

سائل: مولانا ناصر (گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

شوہر اپنی بیوی کی طرف سے اور بیٹا اپنے والدین کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے بشرطیکہ ان کی طرف سے اجازت ہو۔اسی طرح پیر کی طرف سے بھی اجازت کے ہوتے ہوئے قربانی کرنا جائز ہے۔ بلا اجازت بالغ کی طرف سے قربانی کرنے سے ادا نہیں ہوگی۔ ہاں اگر نابالغ اولاد ہے تو اس کی اجازت کے بغیر بھی ان کی طرف سے قربانی ہوسکتی ہے کیونکہ باپ کو اپنی نابالغ اولاد پر ولایتِ کاملہ حاصل ہوتی ہے۔البتہ کسی بالغ کی طرف سے قربانی کرنے کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے اب چاہے وہ صراحۃً ہو یا دلالۃً۔

(1) صراحۃً اجازت؛ تو ظاہر ہے کہ بول کر یا لکھ کر قربانی کی اجازت دینا۔

(2) دلالۃً اجازت؛ اس طرح کہ کوئی شخص کسی کا وکیلِ مطلق ہو یا اس طرح کہ مثلا زید عمر کا بیٹا ہے اور زید کا کھانا، پینا، سونا، پہننا سب عمر ہی کرتا ہے۔اب اگر عمر اپنے بیٹے زید کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو بلا اجازت بھی استحسانا قربانی ہوجائے گی۔

پیر یا کسی کی اجازت کے بغیر ان کا حصہ ڈالا گیا تو تمام حصہ داروں کی قربانی نہیں ہوگی۔ پیر سے اجازت لینا ضروری ہے۔ بعض مریدین اپنے پیر سے اجازت لئے بغیر ان کا حصہ قربانی میں شامل کردیتے ہیں اس طرح کسی کی طرف سے قربانی نہیں ہوتی کیونکہ یہاں یہ علت ہے کہ "نصیب من لم یامر صار لحما فصار الکل لحما" یعنی جس شخص نے حکم ہی نہیں دیا اس شخص کا حصہ محض گوشت ہی ہوگا تو تمام کا

حصہ گوشت ہی ہوجائے گا۔حالانکہ قربانی میں نیتِ تقرب ضروری ہے۔تو جب ایک شخص نے حصہ ڈالنے کی اجازت ہی نہیں دی تو وہ قربت کی نیت کیسے کرسکتا ہے۔نیتِ قربت تو رہی وہ کوئی بھی نیت نہیں کرسکتا۔پس جب ایک حصہ قربت سے خالی ہوا تو وہ محض گوشت ہی رہ گیا ایک کے قربت سے خارج ہونے سے کسی کی قربانی نہیں ہوگی۔البتہ گوشت حلال ہوگا۔

یاد رکھیے!اگرکسی پر قربانی اس کے غنی ہونے کی وجہ سے لازم تھی اور اس نے کسی ایسے جانور میں اپنا حصہ شامل کیا جس میں ایک حصہ بغیر اجازت کے شامل کیا گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی قربانی نہیں ہوئی اور ایامِ عید بھی گزر گئے تو اس پر ایک متوسط بکری کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہوگی۔آج کل کئی لوگوں میں یہ رواج پڑ گیا ہے کہ اپنے پیر صاحب کی اجازت کے بغیر ان کا حصہ شامل کردیا کرتے ہیں انہیں غور کرنا چاہیے کہ اگر واقعی ان کے پیر صاحب نے ان کو اجازت نہیں دی تو ان کی قربانی نہیں ہوگی۔اگر ایامِ عید گزر گئے تو ان پر توبہ کے ساتھ ساتھ ایک بکری کی قیمت صدقہ کرنا بھی واجب ہوگا۔

تنبیہ:اگر کوئی شخص اپنے پیر یا کسی کا حصہ قربانی میں ڈالنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت لے پھر ایسا کرے۔اگر صرف انہیں ثواب پہنچانا چاہتا ہے تو اپنی طرف سے ایک حصہ بطورِ نفل شامل کرے اور اس کا ثواب اس شخص کو ایصال کردے۔ان شاءاللہ عزوجل اسے بھی اجر ملے گا اور انہیں بھی اس کا ثواب پہنچے گا۔یاد رہے!ایصالِ ثواب زندہ اور مردہ سب کو کیا جاسکتا ہے۔

الشیخ فرید الدین عالم بن العلاء الهندی (المتوفی 786ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ولیس علی الرجل أن یضحی عن أولاد الکبار، وامراته إلا بإذنهم" یعنی:مرد پر یہ لازم نہیں کہ وہ اپنی بالغ اولاد اور زوجہ کی طرف سے قربانی کرے بغیر ان کی اجازت کے۔ (الفتاوی التاتارخانیۃ،کتاب الاضحیۃ،الفصل:۱،جلدنمبر:17،صفحہ نمبر:405،مطبوعہ:مکتبہ زکریہ)

علامہ احمد بن محمد الطحطاوی الحنفی (المتوفی 1231ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ولیس علیه أن یضحی عن أولاده الکبار وزوجته إلا بإذن" یعنی:اس پر یہ لازم نہیں کہ اپنی بالغ اولاد اور اپنی زوجہ کی طرف سے بغیر اجازت لئے قربانی کرے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار،کتاب الاضحیۃ، جلد:11،صفحہ نمبر:10،مطبوعہ:دارالکتب العلمیۃ)

شیخ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (المتوفی 587ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "تجزئ فیها النیابة فیجوز للانسان ان یضحی بنفسه وبغیره باذنه، لانها قربة تتعلق بالمال فتجزئ فیها النیابة کاداء الزکاة وصدقة الفطر" یعنی:قربانی میں نیابت درست ہے،پس ہر انسان کے لئے اپنی اور کسی اور کی قربانی کرنا اُس کی اجازت کے ساتھ جائز ہے۔کیونکہ قربانی ایسی قربت ہے کہ جس کا تعلق مال سے ہے تو اس میں زکاۃ کی ادائیگی اور صدقۂ فطر کی طرح نیابت درست ہے۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،کتاب الاضحیہ،فصل فی انواع کیفیۃ الوجوب،جلدنمبر:5،صفحہ نمبر:66،مطبوعہ:دارالکتب العلمیہ)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: "وسواء کان الاذن نصا او دلالة" یعنی:اور برابر ہے کہ اجازت صراحۃً ہو یا دلالۃً۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،کتاب الاضحیہ،فصل فی انواع کیفیۃ الوجوب،جلدنمبر:5،صفحہ نمبر:66،مطبوعہ:دارالکتب العلمیہ)

اعلیٰ حضرت،امام اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"قربانی وصدقۂ فطر عبادت ہے اور عبادت میں نیت

شرط ہے تو بلا اجازت ناممکن ہے۔ ہاں اجازت کے لئے صراحۃ ہونا ضروری نہیں دلالۃ کافی ہے۔ مثلاً زید اس کے عیال میں ہے اس کا کھانا پہننا سب اس کے پاس سے ہوتا ہے۔ یا یہ اس کا وکیل مطلق ہے۔ اس کے کاروبار کیا کرتا ہے۔ ان صورتوں میں ادا ہو جائی گی۔ درمختار میں ہے: لاعن زوجته وولده الكبير العاقل ولو ادى عنهما بلااذن اجزا استحسانا للاذن عادة اى لو فى عياله ولا فلا قهستانى عن المحيط، فليحفظ قلت ومسئلة القائم بامورہ بامرہ اظهر وازهر لوجود الاذن ولو فى ضمن العام والله تعالىٰ اعلم

یعنی: بیوی اور عاقل بالغ بیٹے کی طرف سے اس پر واجب نہیں، اور اگر ان دونوں کی طرف سے اجازت کے بغیر ادا کر دے تو استحسانا جائز ہے عادتاً اجازت کی بناء پر یعنی جب عاقل بالغ بیٹا اس کی عیال میں شامل ہو ورنہ اجازت کے بغیر نہیں یہ قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے۔ تو اس کو محفوظ کر لو۔ میں کہتا ہوں اگر وہ بیٹا والد کے کام میں مشغول ہو والد کے حکم سے تو پھر یہ مسئلہ زیادہ ظاہر اور بہتر ہے کیونکہ اذن پایا گیا کہ اگرچہ عام کے ضمن میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد: 20، صفحہ نمبر: 454 مترجم، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

شیخ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (المتوفی 587ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں: "ان له على ولده الصغير ولاية كاملة" یعنی: بے شک والد کے لئے اس کی نابالغ اولاد پر ولایتِ کاملہ ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الاضحیہ، فصل فی شرائط وجوب فی الاضحیہ، جلد نمبر: 5، صفحہ نمبر: 64، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

امام فخر الدین الشیخ حسن بن منصور الفرغانی (المتوفی 596ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ولو ضحى غنى بدنة عن نفسه وعن ستة من اولاده، ليس هذا من ظاهر الرواية وقال حسن بن زياد رحمه الله تعالىٰ فى كتاب الاضحية له: ان كان اولاده صغارا، جاز عنه وعنهم جميعا فى قول ابى حنيفة و ابى يوسف رحمهما الله تعالىٰ و ان كانوا كبارا ان فعل بامرهم جاز عن الكل فى قول ابى حنيفة و ابى يوسف رحمهما الله تعالىٰ، و ان فعل بغير امرهم او بغير امر بعضهم، لا يجوز لا عنه ولا عنهم فى قولهم جميعا۔۔۔الخ" یعنی: اگر غنی نے بدنۃ (یعنی: بڑے جانور مثلاً اونٹ، گائے وغیرہ) کی قربانی کی ایک اپنی طرف سے اور چھ اپنی اولاد کی طرف سے، یہ ظاہر الروایۃ میں موجود نہیں ہے اور حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الاضحیہ میں فرمایا: اگر اس کی تمام اولاد نابالغ ہے تو امامِ اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر اس کی اور ان تمام کی طرف سے قربانی جائز ہوگی اور اگر وہ سب بالغ تھے تو امامِ اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر، اگر ان سب کے حکم پر کی تو سب کی قربانی جائز۔ اگر ان تمام کے حکم کے بغیر یا ان میں سے بعض کے حکم کے بغیر کی تو تمام ائمہ کے نزدیک نہ اس کی جائز نہ ان کی (یعنی کسی کی قربانی جائز نہیں)۔۔۔الخ

(فتاوی قاضیخان، کتاب الاضحیۃ، فصل فیما یجوز فی الضحایا و ما لا یجوز، جلد نمبر: ۳، صفحہ نمبر: ۲۳۴، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ولو ضحى ببدنة عن نفسه وعرسه و اولاده، ليس هذا فى ظاهر الرواية وقال حسن بن زياد رحمه الله تعالىٰ فى كتاب الاضحية: ان كان اولاده صغارا جاز عنه وعنهم جميعا فى قول ابى حنيفة و ابى يوسف رحمهما الله تعالىٰ وان كانوا كبارا ان فعل بامرهم جاز عن الكل فى قول ابى حنيفة و ابى يوسف رحمهما الله تعالىٰ، وان فعل بغير

امرھم او بغیر امر بعضھم، لا تجوز عنه ولا عنھم فی قولھم جمیعا لان نصیب من لم یامر صار لحما فصار الکل لحما"
یعنی: اگر بدنۃ (یعنی: بڑے جانور مثلا اونٹ، گائے وغیرہ) کی قربانی کی اپنی طرف سے، اپنی بیوی اور اپنی اولاد کی طرف سے، یہ ظاہر الروایۃ میں سے نہیں ہے اور حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاضحیہ میں فرمایا: اگر اس کی تمام اولاد نابالغ ہے تو امامِ اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر اس کی اور اُن تمام کی طرف سے قربانی جائز ہوگی اور اگر وہ سب بالغ تھے تو امامِ اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر، اگر ان سب کے حکم پر کی تو سب کی قربانی جائز۔ اگر ان تمام کے حکم کے بغیر یا ان میں سے بعض کے حکم کے بغیر قربانی کی تو تمام ائمہ کے نزدیک نہ اس کی جائز نہ ان کی۔ کیونکہ جس شخص نے حکم ہی نہیں دیا اس کا حصہ محض گوشت ہی ہوگا تو تمام کا حصہ گوشت ہی ہو جائے گا۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الاضحیۃ، الباب السابع فی التضحیۃ عن الغیر الخ، جلد نمبر: ۵، صفحہ نمبر: ۳۰۲، مطبوعہ: دار الفکر)

علامہ احمد بن محمد الطحطاوی الحنفی (المتوفی 1231ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لا یکون عنھا الا بنیۃ حتی لو ذبح ایامھا من الحیوان المخصوص ولم تحضرہ النیۃ لا یسقط عنه الواجب" یعنی: قربانی بغیر نیت کے نہیں ہوتی حتی کہ اگر کوئی شخص قربانی کے دنوں میں مخصوص جانور کو ذبح کرے اور نیت موجود ہی نہ ہو تو اس سے واجب ساقط نہیں ہوگا۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 11، صفحہ نمبر: 4، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ)

علامہ ابن العابدین محمد امین بن عمر الحنفی (المتوفی 1252ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "أن الشرط قصد القربۃ من الکل" یعنی: تمام حصہ داروں کی طرف سے قصدِ قربت شرط ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 6، صفحہ نمبر: 326، مطبوعہ: دار الفکر)

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں: "انھا تجزی عن سبعۃ بنیۃ القربۃ من کل منھم" یعنی: ایک بدنہ (یعنی: بڑا جانور مثلا اونٹ، گائے وغیرہ) سات شخصوں کی طرف سے ان تمام کی نیتِ قربت کے ہوتے ہوئے درست ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 6، صفحہ نمبر: 316، مطبوعہ: دار الفکر)

علامہ احمد بن محمد الطحطاوی الحنفی (المتوفی 1231ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "بخروج البعض عن القربۃ یخرج الکل" یعنی: بعض کا قربت سے نکلنا تمام کو نکال دیتا ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 11، صفحہ نمبر: 10، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ)

علامہ برھان الدین شیخ علی بن ابی بکر المرغینانی (المتوفی 593ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ولو لم یضح حتی مضت ایام النحر — ان کان غنیا تصدق بقیمۃ شاۃ — لانھا واجبۃ علی الغنی" یعنی: اگر اس نے قربانی نہ کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے، پس اگر وہ غنی تھا تو ایک بکری کی قیمت صدقہ کرے، کیونکہ قربانی غنی پر واجب ہے۔

(الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الاضحیہ، جلد نمبر: 12، صفحہ نمبر: 31 ملتقطا، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: "فاذا فات الوقت یجب علیہ التصدق" یعنی: پس جب قربانی کا وقت فوت ہو جائے تو اس پر تصدق واجب ہے۔ (الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الاضحیہ، جلد نمبر: 12، صفحہ نمبر: 32، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی)

علامہ ابن العابدین محمد امین بن عمر الحنفی (المتوفی 1252ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں: "قیمۃ شاۃ وسط" یعنی: متوسط بکری کی قیمت (صدقہ کرنا)۔

(ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 6، صفحہ نمبر: 321، مطبوعہ: دار الفکر)

اعلی حضرت امام اہلیسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "(جن کی قربانی نہیں ہوئی ایامِ قربانی کے گزرنے جانے پر ان کی) قربانی ساقط نہ ہوگی کیونکہ واجب عینی ہے واجب کفایہ نہیں ہے جب وقت گزر گیا تو ان کو چاہئے کہ وہ بکرے کی قیمت فقراء پر صدقہ کریں، درمختار میں ہے کہ قربانی چھوٹ گئی ہو تو وقت ہو جانے پر غنی شخص بکرے کی قیمت صدقہ کردے تو اس سے کفایت حاصل ہو جائے گی اھ۔ ملتقطا" (فتاوی رضویہ، جلد: 20، صفحہ نمبر: 360 مترجم، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

یاد رکھیے! یہاں یہ اعتراض ہرگز وارد نہیں ہوتا کہ پیارے آقا ﷺ نے اپنی ازواج نیز اپنی امت کی طرف سے جو قربانی کی اس میں اجازت کہاں لی تھی اس لئے کہ پیارے آقا ﷺ کو تمام امت پر ولایت حاصل ہے۔ آپ ﷺ تمام کے مولیٰ ہیں اور جہاں تک دیگر بزرگانِ دین کا سوال ہے کہ جنہوں نے پیارے آقا ﷺ اور دیگر اولیاء کرام کی طرف سے بعد وصال قربانی کی تو یاد رکھیے کہ ایصالِ ثواب کسی بھی مسلمان کو کیا جاسکتا ہے اس میں اس کی اجازت کا ہونا شرط نہیں۔

جیسا کہ علامہ ابن العابدین محمد امین بن عمر الحنفی (المتوفی 1252ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ان لہ صلی اللہ علیہ وسلم ولایۃ علیھم" یعنی: پیارے آقا ﷺ کو ان تمام پر ولایت حاصل ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 6، صفحہ نمبر: 326، مطبوعہ: دار الفکر)

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں: "من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیۃ نفسہ من التصدق والاکل والاجر للمیت والملک للذابح قال الصدر: والمختار أنہ ان بامر المیت لا یاکل منھا والا یاکل" یعنی: جس نے میت کی طرف سے قربانی کی تو ویسا ہی کرے جیسا اپنی قربانی کے ساتھ کرتا ہے صدقہ کرے اور کھائے۔ اس کا ثواب میت کے لئے ہے اور اس کا مالک ذابح ہے۔ صدر نے فرمایا: مختار یہ ہے کہ اگر میت کے حکم سے ہے تو اس میں سے نہ کھائے وگرنہ کھا سکتا ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 6، صفحہ نمبر: 326، مطبوعہ: دار الفکر)

علامہ برھان الدین شیخ علی بن ابی بکر المرغینانی (المتوفی 593ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ان الانسان لہ أن یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ" یعنی: اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کسی عمل کا ثواب نماز، روزے، صدقے یا اس کے علاوہ کا کسی دوسرے کو پہنچائے۔

(الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الحج، جلد نمبر: 1، صفحہ نمبر: 178، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی)

علامہ برھان الدین شیخ علی بن ابی بکر المرغینانی (المتوفی 593ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "جعل تضحية احدی الشاتين لامته" یعنی: پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بکریوں میں سے ایک کی قربانی اپنی امت کے لئے کی۔

(الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الحج، جلد نمبر: 1، صفحہ نمبر: 178، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی (۸۹۹ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے تحت فرماتے ہیں: "جعل ثوابها لامة المؤمنين وهذا دليل صريح على جواز أن يجعل الرجل من ثوابه لغيره وينتفع به الغير سواء كان حيا او ميتا" یعنی: پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ثواب اپنی مسلمان امت کو کیا اور یہ اس بات کے جواز کی صریح دلیل ہے کہ مسلمان مرد اپنا ثواب کسی دوسرے کو پہنچا سکتا ہے اور اس سے دوسرا فائدہ اٹھاتا ہے چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، جلد نمبر: 3، صفحہ نمبر: 324، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

والله أعلم ورسوله عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وأصحابه وبارك وسلم

كتبه: ابن عامر احمد رضا عطاري عفي عنه
2 ذو الحجة الحرام 1439، 14 اگست 2018

الجواب صحيح
أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفي عنه الباري

دار الافتاء فیضان شریعت
المفتی
ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

بیوی کی طرف سے قربانی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میری بیوی کے پاس سونا ہے جس کی زکاۃ میں ادا کرتا ہوں کیونکہ وہ ایک گھریلو خاتون ہے۔قربانی کے مسئلے میں مَیں ایک دوں گا یا دو؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جس کے پاس ایام قربانی میں حاجات اصلیہ سے زائد اتنا مال ہوا کہ جو قدر نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہوتی ہے۔تو اگر وہ سونا آپ کی بیوی کی ملکیت ہے اور ایام قربانی میں وہ یا اس کے علاوہ اس کے پاس جتنا مال ہو یہ سب مل کر اگر قدر نصاب (ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت) کو پہنچے تو آپ کی بیوی پر قربانی واجب ہوگی۔آپ پر آپ کی بیوی کے حصے کی قربانی واجب نہیں۔ البتہ اگر مذکورہ بات آپ پر صادق آتی ہو(یعنی آپ بھی مالک نصاب ہوں) تو آپ پر اپنی قربانی واجب ہوگی۔اور اپنی بیوی کی اجازت سے اگر آپ اپنے ساتھ ساتھ اس کے حصے کی بھی قربانی کر دیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

17 شوال المکرم 1442ھ 28 مئی 2021ء

دار الافتاء فیضان شریعت المفتی ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ہماری پھوپھی بیوہ ہے، صاحب نصاب ہے یعنی اس پر قربانی واجب ہے مگر ہم نے خود سے اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہی اور ہم نے کر بھی دی یعنی بڑے جانور میں ان کا ایک مکمل حصہ رکھ دیا جس کا انہیں پتہ بھی تھا اور ان کو بتایا تھا کہ فلاں جانور میں آپ کا ایک حصہ ہے تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے تو کیا اب ان کی طرف سے قربانی ہوگئی؟ اور ہم ان سے پیسے بھی نہیں لینا چاہتے۔

سائل: احمد بھٹی (اچھرہ، مرکز الاولیاء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اصول یہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا چاہتے ہوں تو اس کی اجازت ضروری ہے اور جب آپ نے صراحتا اجازت لی اور انہوں نے صراحتا اجازت دی، جیسا کہ سوال سے ظاہر تو آپ کا بغیر پیسے لئے بھی ان کی طرف سے قربانی کرنا جائز اور ان کی قربانی بھی ہوگئی۔ صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں" بالغ لڑکوں یا بی بی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت حاصل کرے بغیر ان کے کہے اگر کر دی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کر دینا بہتر ہے۔ (بہار شریعت، قربانی کا بیان، جلد3، صفحہ334، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

فتاوی عالمگیری میں ہے" ولیس علی الرجل أن یضحی عن أولادہ الکبار وامرأتہ إلا بإذنہ" عبارت کا مفہوم وہی جو اوپر درج ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیۃ، الباب الاول، جلد5، صفحہ293، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

22ذو الحجۃ الحرام1436ھ 7اکتوبر2015ء

دارالافتاء فیضان شریعت
المفتی
ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

کان چرے جانور کی قربانی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ جس جانور کا کان چرا ہو اس کی قربانی کرنا کیسا ہے؟

سائل: نذیر حسین (مرکز الاولیاء، لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جس جانور کا کان لمبائی میں چرا ہوا ہو اس کی قربانی ہوسکتی ہے کیونکہ یہ معمولی عیب ہے اور معمولی عیب قربانی کے جواز کے مانع نہیں ہوتا البتہ معمولی عیب والے کی قربانی سے بھی بچنا بہتر ہے کیونکہ قربانی میں مستحب یہ ہے کہ جانور ہر قسم کے ظاہری عیب سے سلامت ہو۔

اور اگر چوڑائی میں تہائی (تیسرے حصے) سے زیادہ کٹا ہے تو اس کی بھی قربانی جائز نہیں۔ ردالمحتار میں ہے "وتجزی الشرقاء مشقوقۃ الأذن طولا" ترجمہ: اور شرقاء کی قربانی جائز ہے شرقاء وہ ہے جس کا کان لمبائی میں چرا ہوا ہو۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیہ، جلد 9، صفحہ 538، مطبوعہ، کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے "وتجزی الشرقاء وھی مشقوقۃ الأذن طولا" ترجمہ: اور شرقاء کی قربانی جائز ہے شرقاء وہ ہے جس کا کان لمبائی میں چرا ہوا ہو۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیۃ، جلد 5، صفحہ 298، مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لو ذھب بعض الاذن او الالیۃ او الذنب او العین ذکر فی الجامع الصغیر: ان کان کثیر ا یمنع و ان کان یسیرا لا یمنع۔ و اختلف اصحابنا فی الفاصل بین القلیل و الکثیر ۔۔ و الصحیح ان الثلث و ما دونہ قلیل و ما زاد علیہ کثیر و علیہ الفتوی" ترجمہ: اگر بعض کان، چکی، دم یا آنکھ کٹ جائے (تو اس کا حکم) جامع الصغیر میں ذکر کیا گیا کہ اگر وہ زیادہ ہو تو قربانی سے مانع ہے اور اگر معمولی ہو تو قربانی سے مانع نہیں۔ زیادہ اور معمولی کی تعریف کے بارے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ تہائی اور جو اس سے کم ہو وہ قلیل ہے اور جو تہائی سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، جلد 9، صفحہ 536، مطبوعہ، کوئٹہ)

علامہ شامی ردالمحتار میں علامہ قہستانی کا قول نقل فرماتے ہیں : ”قال القهستاني:واعلم ان الكل لايخلوعن عيب والمستحب ان يكون سليما عن العيوب الظاهرة فما جوز ههنا جوز مع الكراهة“ ترجمہ: قہستانی نے فرمایا: اور جان لو کہ یہ عیب سے خالی نہیں ہیں اور مستحب یہ ہے کہ جانور ظاہری عیبوں سے پاک ہو پس جو یہاں جائز ہے وہ کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیہ، جلد 9، صفحہ 536، مطبوعہ، کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”بلاشبہہ جائز ہے۔ مگر مستحب یہ ہے کہ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بالکل سلامت ہوں۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 458، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

18 ذوالقعدۃ الحرام 1437ھ 22 اگست 2016ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com
azharmadani85@gmail.com

قربانی کے جانور کا سینگ ٹوٹ جائے تو؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کے لئے خریدے گئے جانور کا اگر سینگ خود بخود ٹوٹ جائے تو کیا اس کی قربانی کرسکتے ہیں یا نہیں؟

سائل: احمد رمضان عطاری (فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قربانی کے جانور کا سینگ اگر مینگ (یعنی جڑ) تک ٹوٹ گیا اگرچہ خود بخود ہی ٹوٹا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر اس سے کم ٹوٹا ہے تو قربانی ہوجائے گی جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "یجوز بالجماء التی لاقرن لھا و کذامکسورۃ القرن و ان بلغ انکسر المشاش لا یجزبہ و المشاش رءوس العظام مثل الرکبتین و المرفقین کذافی البدائع۔"

(فتاوی عالمگیری، جلد5، صفحہ297، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ''جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ تک ٹوٹا ہے تو ناجائز ہے اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔''

(بہارِ شریعت، جلد3، حصہ14، ص341، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم و رسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

19 ذو القعدہ 1438ھ 12 اگست 2017ء

دارالافتاء فیضان شریعت — المفتی — ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دارالافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

جانور ذبح کرنے کا شرعی طریقہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جانور ذبح کرنے کا درست طریقہ کیا ہے؟ اور جانور کی کون کون سی رگ کاٹنا لازم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جانور ذبح کرنے میں سنت چاہے قربانی ہو یا ویسے ہی ذبح کرنا ہو یہ ہے کہ ذبح کرنے والا اور جانور دونوں کا رُخ قبلہ کی جانب ہو اور ذبح کرنے والا جانور کی گردن کے قریب پہلو پر اپنا سیدھا پاؤں رکھ کر اللّٰھم وَ مِنکَ بسم اللہِ اللہ اکبر پڑھ کر تیز چھری سے جلدی ذبح کر دے ذبح کرنے میں چار رگیں (1) حلقوم یہ وہ ہے جس میں سانس آتی جاتی ہے (2) مری اس سے کھانا پانی اترتا ہے ان دونوں کے اغل بغل اور دو رگیں ہیں جن میں خون کی روانی ہے ان کو (3) و (4) ودجین کہتے ہیں کٹ جائیں اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے اور پھر جب تک جانور مکمل طور پر ٹھنڈا نہ ہو جائے نہ اس کے پاؤں کاٹیں نہ کھال اُتاریں۔ مذکورہ الفاظ کے علاوہ کوئی دوسرے الفاظ نہ پڑھے جائیں البتہ ذبح کے وقت کی مسنون دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

اعلی حضرت امام اہلِ سنت علامہ مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں فرماتے ہیں۔ ''سنت متوارثہ آن ست کہ روئے خود روئے ذبیحہ ہر دو سوئے قبلہ کند، وسر ذبیحہ در بلاد ما کہ قبلہ سوئے مغرب ست جانب جنوب بود تا ذبیحہ بر پہلو چپ خودش خوابیدہ باشد، وپشت او جانب مشرق، تا روئے سمت قبلہ بود، وذابح پائے راست خود برصفحہ راست گردنش نہادہ ذبح کند، اگر توجہ یا توجیہ بہ قبلہ ترک کند مکروہ است'' یعنی سنت یہ چلی آرہی کہ ذبح کرنے والا جانور دونوں قبلہ رو ہو، ہمارے علاقہ میں قبلہ مغرب میں ہے اس لئے سر ذبیحہ جنوب کی طرف ہونا چاہئے تاکہ جانور بائیں پہلوں لیٹا ہو اور اس کی پیٹھ مشرق کی طرف ہو تاکہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو جائے، اور ذبح کرنے والا اپنا دایاں پاؤں جانور کی گردن کے دائیں حصہ پر رکھے اور ذبح کرے اور خود اپنا یا جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرنا ترک کیا تو مکروہ ہے''۔

(فتاوی رضویہ جلد 20 صفحہ 217 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

فتاوی رضویہ کی جلدنمبر 20 میں سوال ہے کہ ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین حنفیہ اس مسئلہ میں کہ ذبح کے وقت جس بکرے کی گھنڈی سر کی طرف ایک چھلہ دار بھی نہ رہے وہ عندالشرع حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا

اس کے جواب میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں ”اس مقام میں تحقیق یہ ہے کہ ذبح میں گھنڈی کا اعتبار نہیں، چاروں رگوں میں سے تین کٹ جانے پر مدار ہے۔ اگر ایک یا دو رگ کٹی حلال نہ ہوگا اگرچہ گھنڈی سے نیچے ہو، اور اگر چاروں یا کوئی سی تین کٹ گئیں تو حلال ہے اگرچہ گھنڈی سے اوپر ہو، ردالمحتار میں ہے: ان کان بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلثۃ من العروق فالحق ماقالہ شراح الھدایۃ تبعا للرستغفنی والا فالحق خلافہ، اذلم یوجد شرط الحل باتفاق اھل المذھب، ویظھر ذٰلک بالمشاھدۃ اوسوال اھل الخبرۃ، فاغتنم ھذا المقال ودع عنک الجدال۔ وھو تعالٰی اعلم۔ اگر گھنڈی سے اوپر ذبح میں چار میں سے تین رگیں کٹ گئیں جو ہدایہ کے شارحین نے رستغفنی کی اتباع میں کہا وہ حق ہے ورنہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ اہل مذہب کی متفقہ شرط برائے حلت نہ پائی گئی یہ معیار مشاہدہ سے ظاہر ہوگا یا ماہرین سے پوچھنے پر ظاہر ہوگا اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور جھگڑا ختم کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم“ (فتاوی رضویہ، جلد 20، کتاب الذبائح، صفحہ 219، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے ”جو رگیں ذبح میں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں۔ (۱) حلقوم یہ وہ ہے جس میں سانس آتی جاتی ہے (۲) مری اس سے کھانا پانی اترتا ہے ان دونوں کے اغل بغل اور دو رگیں ہیں جن میں خون کی روانی ہے ان کو (۳) ود (۴) جین کہتے ہیں۔ پورا حلقوم ذبح کی جگہ ہے یعنی اس کے اعلی اوسط اسفل جس جگہ میں ذبح کیا جائے جانور حلال ہوگا۔ آج کل چونکہ چمڑے کا نرخ زیادہ ہے اور یہ وزن یا ناپ سے فروخت ہوتا ہے اس لئے قصاب اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح چمڑے کی مقدار بڑھ جائے اور اس کے لئے یہ ترکیب کرتے ہیں کہ بہت اوپر سے ذبح کرتے ہیں اور اس صورت میں ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ذبح فوق العقدہ ہو جائے اور اس میں علماء کو اختلاف ہے کہ جانور حلال ہوگا یا نہیں۔ اس باب میں قول فیصل یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ میں اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے ورنہ نہیں (درمختار، ردالمحتار) علماء کا یہ اختلاف اور رگوں کے کٹنے میں احتمال دیکھتے ہوئے احتیاط ضروری ہے کہ یہ معاملہ حلت وحرمت کا ہے اور ایسے مقام پر احتیاط لازم ہوتی ہے۔“

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

2ذوالحجۃ الحرام1438ء25اگست2017ء

دار الافتاء فیضان شریعت
المفتی
ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

حرام مال سے کی گئی قربانی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کسی نے حرام مال مثلاً چوری کے مال سے گائے کی قربانی میں حصہ ڈالا تو کیا قربانی ہو جائے گی؟ اور اگر اس کی نہیں ہوگی تو بقیہ کی قربانی کا کیا حکم ہے؟ سائل: محمد فاروق عطاری (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورت مسئولہ میں اس شخص کی اور بقیہ حصہ والوں کی قربانی ادا ہو جائے گی کیونکہ اگر چہ مال حرام میں تصرف کرنا نا جائز وحرام ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص حرام مال سے کوئی چیز خریدے تو وہ شخص اس خریدی ہوئی چیز کا مالک بھی ہو جاتا ہے اور اس کو استعمال کرنا بھی جائز ہوتا ہے اس لئے کہ عام خریداریوں میں عقد ونقد مال حرام پر جمع نہیں ہوتا یعنی یہ نہیں ہوتا کہ حرام روپیہ دکھا کر کہیں اس کے عوض فلاں چیز دے دو پھر وہی روپیہ قیمت میں دے دیں، اور عقد ونقد حرام مال پر جمع نہ ہونے کی صورت میں حرام روپے کی خباثت اس شے میں سرایت نہیں کرتی جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں "اگر اس نے زمین اور مکان کی اینٹ، کڑی وغیرہ اپنے روپے دکھا کر نہ خریدی بلکہ مطلق روپے کو خریدی اور پھر وہ مال حرام زر ثمن میں دیا اور بیشک آجکل عام خریداریاں اسی طرح پر ہوتی ہیں تو وہ زمین ومکان اس کے لئے حرام نہیں، لان الدراھم لاتتعین فی العقود فاذا لم یجتمع علیھا العقد و النقد لم یسر الخبث الی البدل کما ھو قول الامام الکرخی و علیہ الفتوی۔" (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 561، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب وہ اس کا مالک ہو گیا تو اس کی قربانی بھی جائز ہو جائے گی اور قربانی کا وجوب ساقط ہو جائے گا، یاد رہے وجوب ساقط ہونا اور چیز ہے اور اللہ کی بارگاہ میں شرف ومقام قبولیت اور چیز ہے، لہٰذا مال حرام سے خریدے ہوئے جانور کو اللہ عزوجل کی راہ میں قربانی کے لئے پیش کرنا بہت بڑی جرات وحماقت وبدنصیبی ہے۔ اللہ عزوجل پاک وطیب ہے اور پاک وطیب چیز کو ہی قبول فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ "یا أیھا الناس إن اللہ طیب لا یقبل إلا طیبا" ترجمہ: اے لوگو! بے شک اللہ عزوجل پاک ہے اور پاک مال کو قبول کرتا ہے۔ (صحیح مسلم، باب قبول الصدقۃ، جلد 2، صفحہ 703، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

قربانی جوکہ عبادت ہے اس کے لئے پیش کرنا تو دور کی بات ہے علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ مال حرام سے خریدی ہوئی چیز کو عام کاموں کے اندر بھی بطور اجرت نہ لیا جائے چنانچہ سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمہ مال حرام سے خریدی ہوئی چیز کو بطور اجرت لینے کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس صورت دوم پر جو چیز رنڈی نے خریدی بہتر تو اس کا بھی نہ لینا ہے، **لان کثیرا من مشائخنا ذھبوا الی تحریم الابدال مطلقا فیما کان الخبث فیہ لعدم الملک**۔ پھر بھی اگر لے لے گا تو رنڈی اپنے افعال پر ماخوذ ہے، یہ خریدی ہوئی چیز نہ اس کے حق میں حرام کہی جائے گی نہ اس لینے والے کے حق میں۔ (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 510، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ہمارے علماء کرام نے تو یہاں تک فرمایا کہ جس کی آمدنی مخلوط ہے، یعنی حلال وحرام مکس ہے تو کمال تقوی یہ ہے کہ اس کی کھانے کی دعوت کو قبول نہ کیا جائے، اس سے گفٹ نہ لیا جائے، اللہ اکبر یہ حکم تو عام بندوں کے بارے بیان فرمایا تو اللہ طیب کی بارگاہ میں ایسا مال پیش کرنا کس قدر برا ہوگا۔ سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن مال حرام کی آمدنی والوں سے تحفہ لینے کی مختلف صورتوں کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں ''یہ سب اس حال میں ہے کہ تحفہ کا حال اس لینے والے کو معلوم ہو کہ کس قسم کا ہے اور بحال عدم علم جب کہ اس کا اکثر مال وجہ حرام سے ہو تو بہت سے علماء اس تحفہ کا لینا مطلقاً حرام بتاتے ہیں جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز وجہ حلال سے ہے مگر اصل مذہب وقول صحیح ومعتمد یہ ہے کہ بحال ناواقفی لینا جائز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز وجہ حرام سے ہے محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ''**بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ رضی اللہ تعالی عنھم**'' یعنی جب تک ہم کو کسی چیز کے بعینہ حرام ہونے کے بارے میں معلوم نہ ہو ہم اس کو حلال ہی سمجھیں گے اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے'' اس کے بعد اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں'' تاہم شک نہیں کہ اگر چہ فتوی جواز ہے مگر تقوی احتراز ہے۔'' (فتاوی رضویہ جلد 24 صفحہ 367 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

12 شوال المکرم 1435ھ 9 اگست 2014ء

قرض خواہ کورقم واپس نہیں ملی قربانی واجب ہوگی؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(1)ایک صاحب نصاب شخص نے کسی کو اپنا مال قرض دیا ہوا ہے اور وہ مال قربانی کے ایام کے بعد ملے گا تو کیا اس پر قربانی واجب ہوگی؟

(2)کیا کرایہ پر دئے ہوئے مکانات یا دیگر کرایہ پر دی ہوئی اشیاء کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی؟ سائل: محمد عثمان (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اس مسئلے کی مختلف صورتیں ہیں: (1)اس شخص کے پاس اس دین یا قرض کے علاوہ کوئی دوسرا مال مثلا سونا چاندی، رقم یا ضرورت کے علاوہ سامان ہے جسے بیچ کر وہ قربانی کرسکتا ہے تو اس پر قربانی لازم ہے۔

(2)اور اگر اس کے پاس اتنا مال تو نہیں جس سے قربانی کرسکے، لیکن جس پر اس کا قرض ہے وہ مالدار ہے اور اس شخص کو غالب ظن ہے کہ اگر وہ اس سے جانور کی قیمت یا حصہ کی قیمت کا سوال کرے گا تو وہ اسے دے دے گا تو اس پر لازم ہے اس سے سوال کرے وہ دے دیتا ہے تو قربانی کرے۔

(3)اور اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہیں تو اس پر قربانی لازم نہیں۔

چنانچہ فتاوی بزازیہ میں ہے: ”لہ دیون مؤجلۃ ولیس عندہ ما یشتریھا بہ لا تلزم“ لہ علی مقر مفلس دین لا تلزم ما لم یصل الیہ ”لہ دین حال علی مقر ملی ولیس عندہ ما یشتریھا بہ لا یلزمہ الاستقراض ولا قیمۃ الاضحیۃ اذا وصل الدین الیہ ولکن یلزمہ ان یسأل منہ ثمن الاضحیۃ اذا اغلب علی ظنہ انہ یعطیہ۔ کسی کے (دوسرے پر) دیون مؤجل ہیں اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی ایسا (مال یا سامان) نہیں جس کے ساتھ وہ جانور خریدے تو اس پر قربانی لازم نہیں، کسی ایسے مفلس شخص پر دین جو دین کا مقر بھی

ہے تو اس پر قربانی لازم نہیں جب تک کہ اسے مال نہ ملے، اسکا کسی مالدار شخص پر دین معجّل ہے ، اور اسکے پاس قربانی کا جانور خریدنے کیلئے مال نہیں تو اسکا قرض مانگنا لازم نہیں اسی طرح مال کی وصولی کے وقت قربانی کی قیمت صدقہ کرنا بھی لازم نہیں البتہ یہ لازم ہے کہ وہ اس سے قربانی کی قیمت کا سوال کرے جبکہ اسکا ظن غالب ہو کہ وہ اسے دیدے گا۔

(فتاوی بزازیہ علی ھامش الہندیۃ جلد 6 صفحہ 287 مطبوعہ دارالفکر)

(2) اگر کسی شخص کے پاس حاجتِ اصلیہ سے زائد مال ہے اور وہ مال ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچتا ہے تو اس پر صدقہ فطر وقربانی واجب ہے اگرچہ زکوۃ واجب نہ ہو اگرچہ وہ مال نامی نہ ہو کہ وجوبِ صدقہ فطر وقربانی کیلئے مال کا نامی ہونا ضروری نہیں جیسا کہ وجوبِ زکوۃ کیلئے ضروری ہے یہی حکم حاجت اصلیہ سے زائد مکانات کا ہے جبکہ وہ اسکا ذریعہ آمدنی نہ ہوں۔

البتہ اگر کسی کے پاس یہ اشیاء ہوں لیکن اسکا ذریعہ آمدنی ہو اور اسی کی آمدنی پر اس کا گزارہ ہو مثلا مکان ہے جو کرایہ پر دیا ہوا ہے اسکے کرایہ سے گھر کے اخراجات چلاتا ہے یا زمین ہے اس پر کھیتی باڑی کرتا ہے جس سے اسکا گھر چلتا ہے تو اس پر ان اشیاء کی وجہ سے صدقہ فطر وقربانی واجب ہونے میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء فرماتے ہیں: اس پر قربانی وصدقہ فطر واجب ہے اگرچہ مذکورہ اشیاء اسکی آمدنی کا ذریعہ ہی کیوں نہ ہو جبکہ دیگر بعض علماء کرام کا موقف یہ ہے کہ اگر مذکورہ اشیاء اسکی آمدنی کا ذریعہ ہوں اور حاجت اصلیہ کے اخراجات کے بعد سالانہ اسکے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر رقم نہیں بچتی تو اس پر قربانی وصدقہ فطر واجب نہیں اور اگر اخراجات کے بعد سالانہ اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر رقم بچتی ہے تو اس پر صدقہ فطر وقربانی واجب ہے اور یہی موقف امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فتاوی رضویہ میں اپنے بعد والے فتوی میں اختیار فرمایا ہے اور اسی کو راجح بتایا ہے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص برائے نام صاحب جائداد ہے۔ سو روپیہ سالانہ آمدن کی جائداد ہے۔ وہ شخص (ہہ۔ للعہ) ماہوار کا نوکر بھی ہے۔ جو اس کی ضروریات دنیویہ کو کافی ہے۔ کسی سال میں کچھ نہیں بچتا اس کی بیوی کے پاس تقریبا معہ ۷۰ روپیہ کا زیور ہے۔ ۵۰ کا طلائی باقی نقرئی، اب ایسی صورت میں یہ تو ظاہر ہے کہ زکوۃ میاں بی بی دو میں کسی پر واجب نہیں مگر صدقہ فطر وقربانی ان دونوں یا ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس پر؟

جوابا ارشاد فرماتے ہیں: ستر روپیہ کا زیور اگر مملوک زن ہے اور اس پر قرض نہیں تو اس پر نہ صرف اضحیہ وصدقہ فطر بلکہ زکوۃ بھی فرض ہے کہ اگرچہ (صہ) کے سونے (عہ) کی چاندی میں کسی کی نصاب کامل نہیں، مگر سونے کو چاندی کرنے سے چاندی کی نصاب کامل مع زیادہ ہو جائے گی، ہاں شوہر پر صدقہ واضحیہ بھی نہیں، اگرچہ زیور مذکور بھی اسی کی ملک ہو کہ تمام کا قرض محیط ہے۔ مگر ان علماء کے نزدیک کہ ایجاب صدقہ واضحیہ میں قیمت جائداد کا اعتبار کرتے ہیں اور راجح ومفتی بہ اول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے: ان کان له عقار و مستغلات ملك اختلف المشائخ المتاخرون رحمهم الله فالزعفرانی و الفقيه علی الرازی اعتبرا قيمتها، و ابو علی الدقاق وغيره اعتبر الدخل، و اختلفوا فيما بينهم، قال ابو علی الدقاق ان كان يدخل له من ذٰلك قوت سنة فعليه

الاضحیۃ ومنھم من قال قوت شھر ومتی فضل من ذٰلک قدر مائتی درھم فصاعدا فعلیہ الاضحیۃ۔ اگر کسی کی زمین اور آمدن والی ملکیت ہو متاخرین مشائخ کا اختلاف ہے تو زعفرانی اور فقیہ علی رازی نے قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ نے آمدن کا اعتبار کیا ہے اور ان کا آپس میں اختلاف ہوا اور ابو علی الدقاق نے کہا اگر اس کو ان اشیاء سے سال بھر کے خرچہ کی آمدن ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ماہانہ خرچہ کی آمدن ہو اور جب سال بھر میں دوسو درہم یا زائد فاضل بچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں بدائع سے ہے: سئل محمد عمن لہ ارض یزرعھا او حانوت یستغلھا او دار غلتھا ثلثۃ الاف ولا تکفی لنفقتہ ونفقۃ عیالہ سنۃ یحل لہ اخذ الزکوٰۃ وان کانت قیمتہ تبلغ الوفاء وعلیہ الفتوی وعندھما لا یحل۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے متعلق کہ اس کی زرعی زمین یا دکان یا مکان کا کرایہ آمدن تین ہزار ہے اور اس کے اور اس کے عیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے کافی نہیں اس کو زکوٰۃ حلال ہے اگرچہ ان کی قیمت کفایت کو پہنچی ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخین کے نزدیک حلال نہیں۔ (ت)

درمختار کے صدقہ فطر میں ہے: تجب علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ وان لم ینم، وبھذا النصاب تحرم الصدقۃ، وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اھ قلت فالذی لہ ارض قیمتھا الوف کما وصف لو کان تجب علیہ الاضحیۃ لحرمت علیہ الزکوٰۃ لکنھا لم تحرم فالاضحیۃ لم تجب، واللہ تعالیٰ اعلم ہر مالک نصاب مسلمان پر کہ اس کی اصل حاجت سے زائد ہو اگرچہ یہ نصاب نامی نہ ہو تو راجح قول پر محارم کا نفقہ اور قربانی واجب ہے اور اس نصاب سے زکوٰۃ لینا حرام ہو جاتا ہے، میں کہتا ہوں جس کے پاس زمین ہے جس کی قیمت ہزاروں ہے جیسے بیان کیا گیا ہے اگر اس پر قربانی واجب ہے تو اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے لیکن زکوٰۃ حرام نہیں، لہذا قربانی واجب نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) (فتاوی رضویہ جلد 20 صفحہ 367 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

3 محرم الحرام 1431ھ 21 دسمبر 2009ء

کافر کو قربانی کا گوشت دینا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ قربانی کا گوشت کافر کو دینا جائز ہے کہ نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قربانی اگر فقیرِ شرعی (یعنی جس پر واجب نہیں تھی) نے کی تو اس کا گوشت کافر کو دینا جائز نہیں۔ اگر دے گا تو اتنے گوشت کا تاوان دینا ہوگا یعنی اتنے گوشت کی جو قیمت ہوگی وہ صدقہ کرنی ہوگی۔ اور اگر قربانی غنی نے کی تو ذبح کرنے سے اس کا واجب ادا ہو چکا اب اسے اختیار ہے کہ جسے چاہے گوشت دے مگر بہتر کہ اپنے مسلمانوں کو قربانی کا گوشت دینے میں مقدم رکھے۔ البتہ اگر غنی نے کافر کو قربانی کا گوشت دے دیا تو ناجائز وحرام نہیں، صرف خلافِ مستحب ہے۔

سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے قربانی کا گوشت کافر کو دینے کے بارے سوال ہوا تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”قربانی اگر فقیر نے کی ہو اس کا گوشت کسی کافر کو دینا جائز نہیں، اگر دے گا تو اتنے گوشت کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اگر غنی نے کی تو ذبح کرنے سے اس کا واجب ادا ہو گیا، گوشت کا اسے اختیار ہے مگر مستحب یہ ہے کہ اگر اس کے تین حصے کرلے، ایک حصہ اپنے لئے، ایک عزیزوں خویشوں کے لئے، ایک تصدق کے لئے، یہاں کے کفار کو دینا ان تینوں مدوں سے خارج ہے۔ لہٰذا انہیں دینا خلافِ مستحب ہے۔ اور اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑ کر دینا حماقت ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ456، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

5ذوالحجۃ الحرام1438ھ28اگست2017ء

دارالافتاء فیضان شریعت المفتی ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

خصی بکرے کی قربانی کرنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ قربانی کے لیے خصی بکرے کا افضل ہونا کہاں سے ثابت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

قربانی کے لیے خصی ہونا بکرے میں عیب نہیں بلکہ خصی بکرے کا قربانی میں ذبح کرنا افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خصی مینڈھے ذبح فرمائے۔ حدیث شریف میں ہے: ''عن جابر قال ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین ...... الخ'' ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن دو سینگوں والے، چتکبرے، خصی مینڈھے ذبح فرمائے۔''

(مشکوۃ المصابیح، باب فی الاضحیۃ، صفحہ 128، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ''مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوبصورت اور بڑا ہو اور بکری کی قسم سے قربانی کرنی ہو تو بہتر سینگ والا مینڈھا چتکبرا جس کے خصیے کوٹ کر خصی کر دیا ہو کہ حدیث میں ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے مینڈھے کی قربانی کی۔''

(بہارِ شریعت، جلد 2، حصہ 15، صفحہ 88، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

27 ذوالقعدۃ الحرام 1433ھ 15 اکتوبر 2012ء

دارالافتاء فیضان شریعت
المفتی
ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

کیا بڑے جانور کی قربانی میں سات حصے ضروری ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ گائے میں سات حصے رکھنے ضروری ہیں یا اس سے کم تین یا چار بھی ہو سکتے ہیں؟ ایک امام صاحب کہتے ہیں کہ گائے میں سات سے کم حصے رکھنا جائز نہیں ہے۔

سائل: محمد فیاض (شیخوپورہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں "ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن سبعۃ" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ گائے اور اونٹ سات کی طرف سے کافی ہے۔

(ابوداؤد شریف، کتاب الضحایا، جلد 2، صفحہ 40، مطبوعہ، لاہور)

گائے یا اونٹ کا سات کیلئے کافی ہونا اس کا یہ مطلب ہے کہ اس میں سات سے زیادہ افراد شریک نہیں ہو سکتے، سات فرد ہوں اور ہر فرد کا کم از کم ایک مکمل حصہ ہو، ہاں جہاں تک کمی کی بات ہے یعنی سات سے کم افراد کا گائے یا اونٹ کی کسی قربانی میں شریک ہونا تو یہ عندالشرع بالکل جائز ہے۔ لہٰذا اگر چار یا پانچ افراد نے مل کر ایک گائے قربان کر لی تو ان کی یہ قربانی درست ہوگی۔ اس کی مثال یوں لیں کہ چار افراد نے مل کر گائے خریدی، اب اس میں ایک نے کہا کہ میرے دو حصے ہیں، اور باقی تین کا ایک ایک حصہ یوں یہ پانچ حصے مکمل ہو گئے، باقی دو حصے رہ گئے تو چار افراد نے مزید آدھا آدھا حصہ لے لیا، اب ایک کے ڈھائی حصے ہو گئے باقی تین کے ڈیڑھ ڈیڑھ، یوں سات مکمل ہو گئے، اب یہاں ہر ایک کا ایک ایک کامل حصہ موجود ہے جیسے فقہی کتابوں میں لکھا ہوتا ہے کہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو، اگرچہ مزید بھی نصف نصف ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ حکم تھا کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ مزید یوں سمجھ لیں کہ سات افراد نے گائے خریدی اب ضروری ہے کہ اس میں کسی کا ساتویں حصے سے کم نہ ہو یعنی یوں نہ ہو کہ کوئی کہے کہ میں مکمل ایک حصہ نہیں لیتا بلکہ

آدھالوں گا تواب کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی۔ چنانچہ علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "(فتجب شاۃأوسبع بدنۃ)ھی الابل والبقر۔۔ولو لاحدھم أقل من سبع لم یجزعن احد وتجزی عما دون سبعۃ بالاؤلی" ترجمہ: (شرائط قربانی کے پائے جانے کے وقت) بکری ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کا ساتویں حصے سے کم ہے تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں اور اگر ساتویں حصے سے زیادہ ہے تو بدرجہ اولی جائز ہے۔

(درمختار معہ ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، جلد9، صفحہ 521 تا525، مطبوعہ، کوئٹہ)

اور عمدۃ المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین شامی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے حاشیہ میں وتجزی عمادون سبعۃبالاؤلی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "واطلقہ فشمل ماذا اتفقت الانصباء قدرا أو لالکن بعدأن لاینقص عن السبع" ترجمہ: اور (تجزی عما۔۔) کو مطلق ذکر کرنا اس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب ان کے حصے برابر ہوں یا نہ ہوں لیکن بعد اس کے ساتویں سے کم کسی کا بھی حصہ نہ ہو۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، جلد9، صفحہ 525، مطبوعہ، کوئٹہ)

اور اسی طرح علامہ علاؤالدین ابی بکر بن سعود الکاسانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "ولاشک فی جواز بدنۃ أو بقرۃ عن اقل من سبعۃ بأن اشترک اثنان أو ثلاثۃ أو أربعۃ أو خمسۃ أو ستۃ فی بدنۃ أو بقرۃ لانہ لماجاز السبع فالزیادۃ أولی وسواء اتفقت الانصباء فی القدر أواختلفت بان یکون لاحدھم النصف وللآخر الثلث ولآخر السدس بعدأن لاینقص عن السبع" ترجمہ: اور اونٹ یا گائے کا سات سے کم کی طرف سے جائز ہونا اس میں کوئی شک نہیں ہے اس طور پر کہ دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ ایک اونٹ یا گائے میں شریک ہو جائیں کیونکہ جب ساتواں حصہ جائز ہے تو ساتویں سے زیادہ تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ اور برابر ہے کہ ان کے حصے مقدار میں برابر ہوں یا مختلف ہوں اس طرح کہ ایک کیلئے نصف ہو اور ایک کیلئے ثلث اور ایک کیلئے سدس بعد اس کے ساتویں سے کم نہ ہو۔

(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، فصل فی محل اقامۃ الواجب، جلد4، صفحہ 207، مطبوعہ، کوئٹہ)

بہار شریعت میں مولانا مفتی امجد علی اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "جب قربانی کے شرائط پائے جائیں تو بکری کا ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے ساتویں حصہ سے کم نہیں ہوسکتا بلکہ اونٹ یا گائے کے شرکاء میں اگر کسی شریک کا ساتویں حصہ سے کم ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوسکتی یعنی جس کا ساتواں حصہ یا اس سے زیادہ ہے اس کی قربانی بھی نہیں ہوئی۔ گائے یا اونٹ میں ساتویں حصہ سے زیادہ کی قربانی ہوسکتی ہے۔ مثلاً گائے کو چھ یا پانچ یا چار شخصوں کی طرف سے قربانی کریں تو ہوسکتا ہے اور یہ ضرور نہیں کہ سب شرکاء کے حصے برابر ہوں بلکہ کم و بیش بھی ہوسکتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس کا حصہ کم ہے تو ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔"

(بہار شریعت، حصہ 15، جلد3، صفحہ 335، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

27ذو القعدۃ الحرام1433ھ 15اکتوبر2012ء



FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

Faizan-e-Shariat Foundation
الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

قربانی کا جانور چوری ہو جائے تو؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید پر قربانی واجب نہیں تھی اس کے باوجود اس نے شوق سے بکرعید پر قربانی کے لئے جانور خریدا لیکن بعد میں وہ چوری ہوگیا کیا اب اس پر نیا جانور خرید کر قربانی کرنا ضروری ہوگی ؟ اسی طرح کسی نے جانور خریدا وہ مرگیا یا اس میں ایسا عیب پیدا ہوگیا کہ جس کی وجہ سے اب اس کی قربانی کرنا جائز نہ ہو جیسے کانا ہوگیا، کان کٹ گیا، تو اب کیا کیا جائے؟

سائل: راشد (لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورتِ مذکورہ میں زید پر نیا جانور خرید کر قربانی کرنا ضروری نہیں جیسا کہ فقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر فقیر (جس پر قربانی واجب نہ ہو) نے بنیت قربانی کوئی جانور خریدا اور قربانی سے پہلے وہ جانور مرگیا، چوری ہوگیا تو اس پر نئے جانور کی قربانی کرنا ضروری نہیں اور غنی (جس پر قربانی لازم ہے) کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا تو اس پر دوسرا جانور خریدنا ضروری ہے۔ اور اگر اس میں کوئی عیب پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے اس کی قربانی کرنا جائز نہ ہو تو اب جس پر قربانی واجب ہے اس پر دوسرا جانور خریدنا لازم ہے اور جس پر قربانی واجب نہ تھی اس نے جانور خرید لیا اور پھر اس میں ایسا عیب پیدا ہوا تو اس پر یہی جانور ذبح کرنا ضروری ولازم ہے۔ درمختار معہ ردالمحتار، جلد6 صفحہ 326، مجمع الانھر، جلد2 صفحہ 520، ہدایہ، جلد4 صفحہ 359 اور تبیین الحقائق میں یہ مسئلہ موجود ہے "إذا ماتت المشتراة للتضحية على الموسر مكانها أخرى، ولا شيء على الفقير" ترجمہ: اگر قربانی کے لئے خریدی ہوئی بکری مرجائے تو غنی پر اس کی جگہ دوسرا جانور خریدنا لازمی ہے جبکہ فقیر پر کچھ بھی ضروری نہیں۔

(تبیین الحقائق، کتاب الاضحیہ، باب ماتکون الاضحیۃ، جلد6 صفحہ 7، المطبعۃ الکبری، القاھرہ)

اور فتاوی عالمگیری، جلد5 صفحہ 299، اور بدائع الصنائع میں مزید یہ بھی مذکور ہے واللفظ للبدائع "وكذلك إن ماتت عنده أو سرقت" ترجمہ: اسی طرح اگر مرجائے یا چوری ہوجائے تو بھی یہی حکم ہے (کہ غنی دوسرا جانور خریدے جبکہ فقیر پر دوسرا جانور خریدنا

ضروری نہیں۔) (بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، جلد5، صفحہ 76، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

فتاوی عالمگیری، جلد5، صفحہ 299، اور بدائع الصنائع میں یہ مسئلہ مذکور ہے و اللفظ للبدائع "ولو اشتری أضحیۃ وھی صحیحۃ ثم أعورت عندہ وھو موسر أو قطعت أذنھا کلھا أو ألیتھا أو ذنبھا أو انکسرت رجلھا فلم تستطع أن تمشی لا تجزی عنہ، وعلیہ مکانھا أخری لما بینا بخلاف الفقیر. وکذلک إن ماتت عندہ أو سرقت" ترجمہ: اگر کسی نے قربانی کے لئے صحیح سلامت جانور خریدا پھر وہ اس کے پاس کانا ہوگیا اور خریدنے والا غنی ہے یا اس کا پورا کان کٹ گیا یا اس کی چکی یا دم کٹ گئی یا اس کا ایک پاؤں اس طرح ٹوٹ گیا کہ وہ چلنے کے قابل نہ رہا تو اسے کفایت نہ کرے گا اس پر اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرنا واجب ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا بخلاف فقیر کے (کہ اس پر اس صورت میں دوسرا جانور واجب نہیں) اسی طرح اگر مر جائے یا چوری ہوجائے تو بھی یہی حکم ہے (کہ غنی دوسرا جانور خریدے جبکہ فقیر پر دوسرا جانور خریدنا ضروری نہیں۔)

(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، جلد5، صفحہ 76، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

واللہ اعلم و رسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم

کتبہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

17 ذوالقعدہ 1438ھ 10 اگست 2017ء

کیا بھینس اور بھینسے کی قربانی جائز ھے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ بھینس اور بھینسے کی قربانی کا کیا حکم ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: ریاست خان (اٹک)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

بھینس اور بھینسے (جو وحشی نہ ہوں) اُن کی قربانی جائز ہے۔ یہ بقر (گائے) کی ہی ایک نوع ہے اس لئے اس میں بھی سات حصے ڈالے جاسکتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: "اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ"

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لیے حلال کیے گئے بے زبان چوپائے سوا اُن کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے۔

(سورۃ الحج، آیت نمبر: 30)

علامہ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی (المتوفی 373ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ یعنی الابل و البقر و الغنم وغیرہ" یعنی: تمہارے لیے بے زبان چوپائے حلال کیے گئے یعنی اونٹ اور گائے اور بکری وغیرہ۔

(تفسیرِ سمرقندی، سورۃ الحج، آیت نمبر: 30، جلد نمبر: 2، صفحہ نمبر: 458)

اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”ان آیات کا مفاد یہ ہے کہ جانوروں میں صرف انعام ہی قربانی اور ہدایا کے لئے مخصوص ہیں، حضرت امام بغوی نے اس مضمون پر تفسیر معالم میں (ایک) دوسری آیت کے تحت تصریح فرمائی، یعنی ان جانوروں کے ذبح اور نحر کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو۔ ان جانوروں کو انعام کہنے کی وجہ ان کا نہ بولنا ہے۔ انعام کی قید اس لئے لگائی کہ کچھ بہائم ایسے ہیں کہ قربانیوں میں ذبح نہیں کئے جاتے، جیسے گھوڑا، خچر، گدھا“

(فتاوی رضویہ، جلد: 20، صفحہ نمبر: 396 مترجم بتغیر، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

مزید آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''انعام کُھر دار جانور اور خف والے، یہ اہل، بقر، غنم ہیں۔(مصباح المنیر)''

(فتاوی رضویہ، جلد:20، صفحہ نمبر:396، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

اللہ کریم قرآنِ مجید میں ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے: "وَمِنَ الۡاَنۡعَامِ حَمُوۡلَةً وَّفَرۡشًا" ترجمۂ کنز الایمان: اور مویشی میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے۔ (سورۃ الانعام، آیت نمبر:142)

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''چوپائے دو قسم کے ہوتے ہیں: کچھ بڑے جو لادنے کے کام آتے ہیں کچھ چھوٹے مثل بکری وغیرہ کے جو اس قابل نہیں، ان میں سے جو اللہ تعالیٰ نے حلال کئے انہیں کھاؤ اور اہلِ جاہلیت کی طرح اللہ کی حلال فرمائی ہوئی چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ۔''

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ الانعام، آیت نمبر:142، صفحہ نمبر:279، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''ارشاد الٰہی ہے "وَمِنَ الۡاَنۡعَامِ حَمُوۡلَةً وَّفَرۡشًا" شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترجمہ فرمایا: ''پیدا کئے مویشی میں لدنے والے اور دبے'' اور فوائد میں فرمایا: ''لدنے والے اونٹ اور بیل، اور دبنے والے بھیڑ اور بکری''۔ (فتاوی رضویہ، جلد:20، صفحہ نمبر:397 مترجم، بتغیر، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

شیخ ابو بکر عبد الرزاق الصنعانی (المتوفی 211ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب میں ایک طویل حدیث نقل کی جس کا ایک حصہ یہ بھی ہے: "وتحسب الجواميس مع البقر" یعنی: بھینسوں کا شمار گائیوں کے ساتھ کیا جائے۔

(مصنف عبد الرزاق، جلد نمبر:4، صفحہ نمبر:24، حدیث نمبر:6851، مطبوعہ: المجلس العلمی)

علامہ برہان الدین شیخ علی بن ابی بکر المرغینانی (المتوفی 593ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "يدخل في البقر الجاموس لانه من جنسه" یعنی: گائے میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ اس کی جنس سے ہے۔

(الهدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الاضحیہ، جلد نمبر:4، صفحہ نمبر:359، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی (۸۹۹ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "البقر جنس وانواعه الجاموس والعراب" یعنی: گائے جنس ہے اور بھینس اور عراب اس کے نوعیں ہیں۔

(البنایۃ شرح الهدایۃ، کتاب الزکاۃ، فصل فی زکاۃ البقر، جلد نمبر:3، صفحہ نمبر:324، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں: "هو نوع من انواع البقر واسم البقر يطلق عليهما" یعنی: بھینس گائے کی نوعوں میں سے ایک نوع ہے۔ لفظ گائے کا اطلاق اس دونوں پر کیا جاتا ہے۔

(البنایۃ شرح الهدایۃ، کتاب الزکاۃ، فصل فی زکاۃ البقر، جلد نمبر:3، صفحہ نمبر:329، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلاصۃ الفتاوی سے نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "قال في خلاصة الفتاوى: والجاموس يجوز

فی الھدایا و الضحایا استحسانا" یعنی: خلاصۃ الفتاوی میں فرمایا: اور بھینس قربانی میں اور ھدایا میں استحساناً جائز ہے۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الاضحیہ، جلدنمبر:12، صفحہ نمبر:48، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ)

علامہ ابوالمعالی شیخ محمود بن احمد البخاری الحنفی (المتوفی 626ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ان البقر اسم جنس و الجاموس اسم نوع" یعنی: بے شک گائے اسم جنس ہے اور بھینس اسم نوع۔ (نوع جنس میں شامل ہوتی ہے)

(المحیط البرہانی، کتاب الایمان والنذور، الفصل الثانی عشر، جلدنمبر:4، صفحہ نمبر:284، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ)

علامہ ابراھیم بن محمد الحلبی الحنفی (المتوفی ۹۵۶) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "الجوامیس کالبقر" یعنی: بھینسیں گائے ہی کی طرح ہیں۔ (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الزکاۃ، جلدنمبر:۱، صفحہ نمبر:۲۹۵، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ)

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی (المتوفی 710ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "الجاموس کالبقر" یعنی: بھینس گائے ہی کی طرح ہے۔ (کنزالدقائق، کتاب الزکاۃ، جلدنمبر1، صفحہ نمبر:206، مطبوعہ: دارالبشائرالاسلامیہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراھیم الحنفی (المتوفی ۱۰۰۵ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے تحت فرماتے ہیں: "کالبقر فی الزکاۃ والاضحیۃ" یعنی: (بھینس) زکاۃ اور قربانی میں گائے کی طرح ہے۔

(النھرالفائق شرح کنزالدقائق، کتاب الزکاۃ، جلدنمبر:1، صفحہ نمبر:424، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ)

علامہ فخر الدین شیخ عثمان بن علی الزیلعی (المتوفی ۷۴۳ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "انواع البقر ثلاثۃ العراب والجاموس والدربانیۃ" یعنی: گائے کی تین اقسام ہیں عراب، بھینس، دربانیہ

(تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق، کتاب الزکاۃ، جلدنمبر1، صفحہ نمبر:263، مطبوعہ: المطبعۃ الکبری الامیریۃ)

علامہ زین الدین بن ابراھیم ابن نجیم المصری (المتوفی 970ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں: "الجوامیس من البقر لانھا نوع منہ" یعنی: بھینسیں گائیوں میں سے ہیں کیونکہ یہ انہی کی قسم میں سے ہیں۔

(البحرالرائق شرح کنزالدقائق، کتاب الزکاۃ، جلدنمبر2، صفحہ نمبر232، مطبوعہ: دارالکتاب الاسلامی)

علامہ عبدالغنی الغنیمی المیدانی (المتوفی ۱۲۹۸ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "الجوامیس و البقر سواء لاتحاد الجنسیۃ، اذ ھو نوع منہ" یعنی: بھینسیں اور گائیں برابر ہیں جنس کے ایک ہونے کی وجہ سے کیونکہ وہ انہی کی قسم میں سے ہیں۔

(اللباب فی شرح الکتاب، کتاب الزکاۃ، جلدنمبر1، صفحہ نمبر:142، مطبوعہ: المکتبۃ العلمیہ)

ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "وحولین من البقر والجاموس" یعنی: اور دو سال کی گائے اور بھینس (کی قربانی درست ہے)

(اللباب فی شرح الکتاب، کتاب الصید والذبائح، جلدنمبر:3، صفحہ نمبر:225، مطبوعہ: المکتبۃ العلمیہ)

علامہ ابوبکر بن علی الحدادی (المتوفی 800ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ویدخل فی البقر الجوامیس لانھا من جنسھا"

یعنی: گائے میں بھینسیں داخل ہیں کیونکہ بھینسیں ان ہی کی جنس سے ہیں۔

(الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری، کتاب الصید والذبائح، جلد نمبر:2، صفحہ نمبر:189، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریۃ)

شیخ محمد بن عبداللہ التمر تاشی (المتوفی 939ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "وحولین من البقر والجاموس" یعنی: اور دو سال کی گائے اور بھینس (کی قربانی درست ہے) (الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد نمبر:1، صفحہ نمبر:646، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

علامہ فرید الدین شیخ عالم بن العلاء الہندی (المتوفی 786ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ویجزئ الجاموس فی الاضحیۃ عن سبعۃ" یعنی: بھینس کو سات شخصوں کی طرف سے قربان کرنا درست ہے۔

(الفتاوی التاتارخانیہ، کتاب الاضحیۃ، ما یجوز من الضحایا، جلد:17، صفحہ نمبر:434، مطبوعہ: مکتبہ زکریا)

امام فخر الدین الشیخ حسن بن منصور الفرغانی (المتوفی 596ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "وکذلک الجاموس؛ لانہ نوع من البقر الاھلی" یعنی: اسی طرح بھینس (کی قربانی بھی جائز ہے) کیونکہ یہ اہلی گائے کی ہی نوع میں سے ہے۔

(فتاوی قاضیخان، کتاب الاضحیۃ، فصل فیما یجوز فی الضحایا ومالا یجوز، جلد نمبر:3، صفحہ نمبر:234، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "بھینس کو گائے کے ساتھ لاحق نہیں کیا گیا: یہ کہنا بھینس کو گائے کے ساتھ ازروئے قیاس لاحق کیا گیا غلط ہے کیونکہ یہ مسئلہ قیاسی ہے ہی نہیں، اگر قیاس پر مدار ہوتا تو سفید نیل گائے کو گائے کے ساتھ، اور پہاڑی بکری اور ہرن کو بکری کے ساتھ لاحق کرنا بدرجہ اولیٰ بہتر ہوتا لیکن ایسا جائز نہیں"

(فتاویٰ رضویہ جلد 20، صفحہ نمبر:400، 401، مترجم، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

مزید فرماتے ہیں: "علامہ طوری تکملہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں تصریح فرماتے ہیں: "قربانی کا جواز شرح مطہر میں انھیں جانوروں میں ثابت ہے جو اہلی ہوں وحشی میں نہیں، اور یہاں قیاس کو باریابی کی اجازت نہیں" تو حقیقت حال یہ نہیں ہوئی کہ اکمل کو کامل کے ساتھ لاحق کیا گیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء کے نزدیک بھینس کا گائے کی ہی نوع میں ہونا ثابت ہوا تو انھوں نے کہا کہ قرآن کا لفظ بقر بھینس کو شامل ہے" (فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ نمبر 401، 402 مترجم، مترجم، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

اور یہ بھی نقل کیا کہ: "فاضل عبد العلی لکھنوی کی شرح مختصر وقایہ میں ہے "بھینس گائے کی طرح ہے یہ اسی کی ایک نوع ہے" روضہ میں ہے: "اس کی قربانی استحسانا جائز ہے قیاس میں تو جائز نہ ہونا چاہئے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد 20، صفحہ نمبر 403، 404، مترجم، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

پس مذکورہ بالا کتبِ فقہ متون، شروح، حواشی وفتاوی وغیرہم کی نصوص سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بھینس جو وحشی نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے۔

واللہ أعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وأصحابہ وبارک وسلم

کتبہ: ابن عامر احمد رضا عطاري عفی عنہ
26 ذو القعدۃ الحرام 1439، 9 اگست 2018

الجواب صحیح
أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفی عنہ الباري

دار الافتاء فیضان شریعت — المفتی — ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

دودھ دینے والے جانور کی قربانی کرنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ میرے پاس ایک گائے ہے وہ دودھ والی ہے میں اس کی قربانی کرنا چاہتا ہوں کیا میں اس کی قربانی کرسکتا ہوں؟ رہنمائی فرمادیں۔

سائل: محمد آصف (حاجی قمردین پارک کوٹ خواجہ سعید لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورت مسئولہ میں مذکورہ گائے کی قربانی کرنا جائز ہے مگر ناپسند ہے کہ حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''دودھ کے جانور یا گابھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے۔ حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی۔ (فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ370، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہی حکم دودھ دینے والی بکری کا ہے اس کی قربانی ہوجائے گی مگر ناپسند ہے۔

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

17 ذو القعدہ 1438ھ 10 اگست 2017ء

دارالافتاء فیضان شریعت ★ المفتی ★ ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دارالافتاء فیضان شریعت

Faizan-e-Shariat Foundation

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

خُنثٰی بکرے کی قربانی جائز یا ناجائز؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ خنثی بکرے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اگر قربانی جائز نہیں تو کیا اس کو گوشت کے لئے ذبح کرکے اس کا گوشت کھاسکتے ہیں؟ محمد عاطف (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جس جانور میں تذکیروتانیث دونوں کی علامتیں ہوں، دونوں سے پیشاب کرتا ہو، اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ قربانی کے علاوہ اس کو ذبح شرعی کرکے اس کا گوشت کھانا حلال وجائز ہے۔

مجمع الانھر میں ہے" ولا بالخنثی لان لحمھا لاینضع" ترجمہ: خنثی بکرے کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت پکتا نہیں۔

(مجمع الانھر، ج، ص، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے"لاتجوز التضحیۃ بالشاۃ الخنثی لان لحمھا لاینضج" خنثی بکرے کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت پکتا نہیں۔

(فتاوی عالمگیری، جلد5، صفحہ233، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں' خنثٰی کہ نر و مادہ دونوں کی علامتیں رکھتا ہو، دونوں سے یکساں پیشاب آتا ہو، کوئی وجہ ترجیح نہ رکھتا ہو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں کہ اس کا گوشت کسی طرح پکائے نہیں پکتا، ویسے ذبح سے حلال ہو جائے گا، اگر کوئی کچا گوشت کھائے، کھائے۔

(فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ255، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبہ

ابواطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

19ذوالقعدہ1438ھ 12اگست2017ء

المفتی — دارالافتاء فیضان شریعت — ابواطہر محمد اظہر عطاری المدنی

آپریشن کر کے سینگ ختم کردئیے قربانی ہوگی یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں گائے کا بچھڑا جب ایک ڈیڑھ ماہ کا ہوتا ہے تو آپریشن کر کے اس کے سینگ ختم کر دیئے جاتے ہیں کہ بعد میں سینگ بالکل نہیں نکلتے۔ اس کا مقصد اس کے حسن اور قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔یعنی سینگ والا بکرا اگر مارکیٹ میں 3500 کا ہے تو بغیر سینگ والا اپنی خوبصورتی کے باعث 4500 کا ہوتا ہے۔اس کی قربانی کے متعلق کیا حکم ہے؟

سائل: حافظ برہان الدین تونسوی (تونسہ شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

بیان کی گئی صورت میں جیسے بغیر سینگ کے جانور مارکیٹ میں پائے جاتے ہیں ان کی قربانی جائز ہے کہ جمال میں کمی نہ آئی اور سینگ ہونا قربانی میں مقصود نہیں چنانچہ المبسوط، الاختیار اور الھدایہ میں ہے "ویجوز أن یضحی بالجماء وھی التی لا قرن لھا لأن القرن لا یتعلق بہ مقصود، وکذا مکسورۃ القرن لما قلنا"

(الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الأضحیۃ، علی من تجب الأضحیۃ، جلد4، صفحہ 359، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

19 ذو القعدہ 1438ھ 12 اگست 2017ء

دار الافتاء فیضان شریعت
المفتی
ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

گاڑیوں کا کرایہ آتا ہے مگر بچتا کچھ نہیں قربانی واجب یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہندہ کے ملکیت میں تین دکانیں اور تین (hilex) گاڑیاں ہیں جن کو کرایہ پر دے کر وہ اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرتی ہے، اس میں سے کچھ بھی نہیں بچا پاتی، اس کے پاس کوئی اور نصاب، کرایہ میں سے جمع شدہ مال اور حاجت اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب مال نہیں ہے۔ تو کیا ان اشیاء کی موجودگی میں وہ زکوۃ لے سکتی ہے؟ نیز کیا اس پر قربانی لازم ہوگی؟ سائل: عابد عطاری (جوہر ٹاؤن، لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورت مسئولہ میں ہندہ کی ملکیت میں جو مکان اور گاڑیاں ہیں جن کے کرایہ سے وہ اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرتی ہے یہ اشیاء اس کی حاجت اصلیہ میں شامل ہیں۔ لہذا اگر اس کے پاس کوئی اور نصاب، کرایہ میں سے جمع شدہ مال اور حاجت اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب مال نہیں ہے تو ان اشیاء کے باعث اس پر قربانی لازم نہیں ہوگی اور وہ زکوۃ بھی لے سکتی ہے۔

اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن (1340ھ) سے ایک شخص کے بارے میں سوال ہوا جو صاحب جائیداد ہے۔ سو روپیہ سالانہ آمدن کی جائیداد ہے۔ وہ شخص ماہوار کا نوکر بھی ہے۔ جو اس کی ضروریات دنیویہ کو کافی ہے۔ کسی سال میں کچھ نہیں بچتا تو جوابا ارشاد فرمایا "ستر روپیہ کا زیور اگر مملوک زن ہے اور اس پر قرض نہیں تو اس پر نہ صرف اضحیہ وصدقہ فطر بلکہ زکوٰۃ بھی فرض ہے کہ اگر چہ (صہ) کے سونے (عہ) کی چاندی میں کسی کی نصاب کامل نہیں، مگر سونے کو چاندی کرنے سے چاندی کی نصاب کامل مع زیادہ ہوجائے گی، ہاں شوہر پر صدقہ واضحیہ بھی نہیں، اگر چہ زیور مذکور بھی اسی کی ملک ہو کہ تمام کا قرض محیط ہے۔ مگر ان علماء کے نزدیک کہ ایجاب صدقہ واضحیہ میں قیمت جائداد کا اعتبار کرتے ہیں اور راجح ومفتی بہ اول ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے: ان کان لہ عقار ومستقلات ملک اختلف المشائخ المتاخرون رحمھم اللہ فالزعفرانی و الفقیہ علی الرازی اعتبر اقیمتھا، و ابو علی الدقاق وغیرہ اعتبر الدخل، واختلفوا فیما بینھم، قال ابو علی الدقاق ان کان یدخل لہ من ذٰلک قوت سنۃ فعلیہ الاضحیۃ ومنھم من قال قوت شھر و متی فضل من ذٰلک قدر مائتی درھم فصاعدا فعلیہ الاضحیۃ، ترجمہ: اگر کسی کی زمین

اور آمدن والی ملکیت ہو متاخرین مشائخ کا اختلاف ہے تو زعفرانی اور فقیہ علی رازی نے قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ نے آمدن کا اعتبار کیا ہے اور ان کا آپس میں اختلاف ہوا اور ابو علی الدقاق نے کہا اگر اس کو ان اشیاء سے سال بھر کے خرچہ کی آمدن ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ماہانہ خرچہ کی آمدن ہو اور جب سال بھر میں دوسو درہم یا زائد فاضل بچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہے۔ ردالمحتار میں ہے :سئل محل عمن له ارض یزرعیها او حانوت یستغلها او دار غلتها ثلثة الاف و لا تکفی لنفقته و نفقة عیاله سنة یحل له اخذ الزکوٰة و ان کانت قیمته تبلغ الوفاء و علیه الفتوی و عندهما لا یحل "امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے متعلق کہ اس کی زرعی زمین یا دکان یا مکان کا کرایہ آمدن تین ہزار ہے اور اس کے اور اس کے عیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے کافی نہیں اس کو زکوٰۃ حلال ہے اگر چہ ان کی قیمت کفایت کو پہنچی ہو، اور اسی پر فتوی ہے اور شیخین کے نزدیک حلال نہیں۔

درمختار کے صدقہ فطر میں ہے :تجب علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیة و ان لم ینم، و بهذا النصاب تحرم الصدقة، و تجب الاضحیة و نفقة المحارم علی الراجح ۔ قلت فالذی له ارض قیمتها الوف کما وصف لو کان تجب علیه الاضحیة لحرمت علیه الزکوٰة لکنها لم تحرم فالاضحیة لم تجب، و اللہ تعالٰی اعلم۔ ہر مالک نصاب مسلمان پر کہ اس کی اصل حاجت سے زائد ہو اگر چہ یہ نصاب نامی نہ ہو تو راجح قول پر محارم کا نفقہ اور قربانی واجب ہے اور اس نصاب سے زکوٰۃ لینا حرام ہو جاتا ہے، میں کہتا ہوں جس کے پاس زمین ہے جس کی قیمت ہزاروں ہے جیسے بیان کیا گیا ہے اگر اس پر قربانی واجب ہے تو اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے لیکن زکوٰۃ حرام نہیں، لہذا قربانی واجب نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 368,367، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

و اللہ اعلم و رسوله عزو جل و صلی اللہ علیه و آله و اصحابه و سلم

کتبـــــــــــــــــــــه

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

16 ذوقعدۃ الحرام 1436ھ 1 ستمبر 2015ء

وحشی جانور کو بے ہوش کرکے ذبح کرنا جائز ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ایسا قربانی کا جانور جس کو ذبح نہیں کیا جاسکتا وہ وحشی ہوگیا ہو تو کیا اس کو بے ہوشی کا ٹیکہ لگا کر ذبح کر سکتے ہیں؟

سائل: محمد قاسم (شیخوپورہ، پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں اس قربانی کے جانور کو ٹیکہ لگا کر بے ہوش کرکے ذبح کرسکتے ہیں کہ اگرچہ ٹیکہ لگانے سے جانور کو تکلیف ہوگی لیکن یہ بے ضرورت تکلیف دینا نہیں ہے بلکہ یہاں ضرورت پائی جارہی ہے کہ جانور اس قدر بے قابو ہوگیا ہے کہ بغیر بے ہوش کئے ذبح نہیں کیا جاسکتا ہے اور جانور کو صرف وہ تکلیف دینا مکروہ (تحریمی) ہے جو بے فائدہ، بے ضرورت ہو۔ نیز پالتو جانور جس کے لئے ذبح اختیاری (دھاردار چیز سے جانور کے حلقوم کو اس طرح کاٹنا کہ چار رگوں میں سے کم سے کم تین کٹ جائیں) ہے اگر وحشی و بے قابو ہوجائے تو اس کو ذبح کرنے میں ذبح اضطراری (وحشی جانور کے جسم میں کسی جگہ نیزہ وغیرہ دھاروالے ہتھیار بھونک کر خون نکال دیا جائے۔ اس سے مخصوص صورتوں میں جانور حلال ہوتا ہے) پر عمل ہوسکتا ہے اور ذبح اضطراری میں ٹیکہ کے بہ نسبت زیادہ تکلیف ہے اور جب ایسے جانور کے ذبح میں ذبح اضطراری پر عمل ہوسکتا ہے تو ٹیکہ لگانے کی بدرجہ اولیٰ اجازت ہوگی۔

یاد رہے! جانور کا وقتِ ذبح زندہ رہنا ضروری ہے اگر ایسا ٹیکہ لگایا کہ وقتِ ذبح اس میں جان نہیں ہے تو جانور ذبح سے ہرگز حلال نہ ہوگا۔ نیز ذبح اضطراری میں ہتھیار کا دھاردار، کاٹنے والا ہونا ضروری ہے لہٰذا جو ہتھیار ایسا نہ ہو جیسے بندوق کی گولی، اس سے جانور کو زخمی کیا گیا اور وہ مرگیا تو حرام ہے۔ اور اگر زندہ پایا گیا اور ذبح کرلیا گیا تو ذبح کے سبب حلال ہوگیا۔

علامہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "ان مافیہ زیادۃ ایلام لایحتاج الیہ فی الذکاۃ مکروہ" ترجمہ: ذبح کرنے میں بے ضرورت زائد تکلیف دینا مکروہ ہے۔

(ہدایہ، کتاب الذبائح، جلد4، صفحہ423، مجلس برکات، مبارک پور، ہند)

تنویرالابصارودرمختارمیں ہے"(و)كره كل تعذيب بلافائدة مثل(قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد)"ترجمہ:بے فائدہ (جانورکو)کسی بھی طرح کی تکلیف دینامکروہ ہے مثلاً جسم ٹھنڈاہونے سے پہلے سرجداکردینا،کھال اتارنا۔

(تنویرالابصارودرمختارمع ردالمحتار،کتاب الذبائح،جلد9،صفحہ495،دارالمعرفۃ،بیروت)

یہاں مکروہ سے مرادمکروہ تحریمی ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمدرضاخان علیہ الرحمۃ والرضوان نے درانتی سے ذبح کرنے کوممنوع وگناہ تحریرفرمایاہےاورگناہ مکروہ تحریمی کےارتکاب سےہوتاہےنہ کہ تنزیہی سے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں"درانتی آلاتِ ذبح سے ہے......مگراس سے ذبح کرناممنوع وگناہ ہے کہ بےسبب ایذاہے،جیسےکندچھری یااس سےبھی زائد"

(فتاویٰ رضویہ،کتاب الذبائح،جلد20،صفحہ224-225،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ملک العلماءعلامہ ابوبکرکاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں"واماالاضطراريةفركنهاالعقروهوالجرح فی ای موضع كان وذلك فی الصيدوماهوفی معنی الصيد۔۔۔وكذلك ماندمن الابل والبقروالغنم بحيث لايقدرعليهاصاحبهالانهابمعنی الصيدوإن كان مستأنسا"ترجمہ:ذبح اضطراری کارکن یہ ہےکہ کسی بھی جگہ زخم لگادیاجائےاوریہ شکاراوراس جانورکےلئےہےجوشکارکےحکم میں ہے۔۔۔یہی حکم ان بدک کربھاگ جانےوالےاونٹ،گائےاوربکریوں کاہےجوقابومیں نہ آسکیں کہ وہ شکارکےحکم میں ہیں اگرچہ مانوس ہوں۔

(بدائع الصنائع،کتاب الذبائح والصیود،فصل بیان شرط حل الاکل فی الحیوان،جلد5،صفحہ43،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)

صدرالشریعہ حضرت مفتی امجدعلی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریرفرماتےہیں"اگرگھریلوجانوروحشی کی طرح ہوجائےکہ قابومیں نہ آئےتواس کاذبح اضطراری ہےکہ جس طرح ممکن ہوذبح کرسکتےہیں۔"

(بہارشریعت،ذبح کابیان،جلد3،حصہ15،صفحہ315،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمدرضاخان علیہ الرحمۃ والرضوان سےسوال ہواکہ"بندوق کاشکارکھاناجبکہ تکبیرکےساتھ سرکی جائےکیاحکم رکھتاہے؟""توآپ جواب میں ارشادفرماتےہیں"اگرزندہ پایااورذبح کرلیا،ذبح کےسبب حلال ہوگیاورنہ ہرگزنہ کھایاجائے،بندوق کاحکم تیرکی مثل نہیں ہوسکتا،یہاں آلہ وہ چاہئےجواپنی دھارسےقتل کرےاورگولی چھرےمیں دھارنہیں،آلہ وہ چاہئےجوکاٹ کرتاہواوربندوق توڑکرتی ہےنہ کہ کاٹ۔"

(فتاویٰ رضویہ،کتاب الصید،جلد20،صفحہ347،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ایک اورمقام پرتحریرفرماتےہیں"بندوق کی گولی دربارہ حلتِ صیدحکمِ تیرمیں نہیں،اس کامارا ہواشکارمطلقاً حرام ہےکہ اس میں قطع وخرق نہیں،صدم ودق وکسروحرق ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ،کتاب الصید،جلد20،صفحہ343،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

سراج الفقہاءحضرت مفتی محمدنظام الدین رضوی مدظلہ العالی ذبحِ اضطراری کی وضاحت کرتےہوئےتحریرفرماتےہیں"بدن کےکسی حصےمیں بسم اللہ پڑھ کرزخم لگادینا۔یہ حکم شکاری جانوروں کےلئےہےجوانسانوں سےبدک کربھاگتےہیں،یونہی ان گھریلوجانوروں کےلئےبھی جوبدک کرقابوسےباہرہوچکےہوں۔ان کےبارےمیں مذہب اسلام کی ہدایت یہ ہےکہ ان کونیزہ،تیریاکسی بھی

دھاروالے ہتھیار سے، یا سکھائے ہوئے کتے، یا باز وغیرہ سے بسم اللہ پڑھ کر زخمی کر دیا جائے اور قابو میں آنے سے پہلے وہ اسی زخم سے دم توڑ دیں۔ ایسے جانوروں کے حق میں یہ زخم لگا دینا بوجہ مجبوری ذبح تسلیم کیا گیا ہے، اسے فقہ کی اصطلاح میں "ذبحِ اضطراری" کہا جاتا ہے"۔

(مشینی ذبیحہ کا حکم، صفحہ 36، مکتبہ برکات المدینہ، کراچی)

و اللہ تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ أتم و أحکم

کتبہ: ابو بلال غلام ربانی المصباحی عفی عنہ

11 محرم الحرام 1441، 11 ستمبر 2019

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفى عنه الباري

دار الافتاء فیضان شریعت

المفتی

ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

قرآن وسنت سے ثابت شدہ فتاوٰی جات پڑھنے اور

دیگر اسلامی واصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج

(Faizan e Shariat Foundation)

کو ضرور لائک کریں۔ اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں

تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں: **+92 321 4061265**

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

یوکے میں موجود شخص کی پاکستان میں قربانی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اس سال پاکستان اور یوکے میں ایک ہی دن عید ہورہی ہے میں نے اپنی قربانی گھر بھیجی ہے اور گھر والوں کو تاکید کی ہے کہ 11 بجے قربانی کی جائے اس وقت یہاں یوکے میں تقریبا 7 بج رہے ہوں گے اور سورج طلوع ہو چکا ہوگا مگر ابھی نمازِ عید نہیں ادا ہوئی ہوگی۔سوال یہ تھا کہ کیا میری طرف سے قربانی جو کہ پاکستان میں ہوگی اس سے پہلے میرا نمازِ عید ادا کر چکے ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ سائل: رضوان (یوکے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پاکستان میں جہاں آپ کی طرف سے قربانی ہونی ہے وہاں کا اعتبار کیا جائے گا۔جب وہاں نمازِ عید کی جماعت ہو جائے تو اس کے بعد آپ کی طرف سے قربانی کی جائے کیونکہ قربانی میں جانور کی جگہ کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ اس کا کہ جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے۔البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ جب آپ کے ہاں بھی نمازِ عید ادا کر لی جائے تو آپ کی طرف سے قربانی ہو۔اور مقام قربانی اور قربانی کرنے والے دونوں کے مقام میں نماز عید کے بعد قربانی کا وقت بھی موجود ہو۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "و المعتبر مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ"

یعنی: قربانی کی جگہ کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ اس جگہ کا جس میں وہ موجود ہے (کہ جس کی طرف سے قربانی کرنی ہے)

(الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد نمبر:1 صفحہ نمبر:646، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ)

علامہ ابوبکر بن علی الحدادی (المتوفی 800ھ) رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "ویعتبر فی الذبح مکان الاضحیۃ لا مکان الرجل"

یعنی: ذبح میں قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے نہ کہ اس شخص کی جگہ کا۔

(الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری، کتاب الصید والذبائح، جلد نمبر:۲، صفحہ نمبر:۱۸۸، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریۃ)

علامہ ابوالمعالی شیخ محمود بن احمد البخاری الحنفی (المتوفی 626ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں: "ان رجل اذا کان فی المصر و اھلہ فی مصر آخر فکتب الیھم ان یضحوا عنہ فانہ یعتبر مکان الذبیحۃ فینبغی ان یضحوا بعد صلاۃ الامام فی المصر الذی یذبح فیہ" یعنی: اگر کوئی شخص ایک شہر میں ہو اور اس کے گھر والے دوسرے شہر میں ہوں اور اس نے گھر والوں کو لکھ بھیجا کہ اس کی طرف سے قربانی کریں۔ کیونکہ قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے اس لئے چاہیے کہ جس شہر میں ذبح کرنا ہے اس کے امام کی نماز کے بعد وہ قربانی کریں۔

(المحیط البرہانی، کتاب الاضحیۃ، الفصل الرابع، جلد نمبر:6، صفحہ نمبر:91، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ)

امام فخر الدین الشیخ حسن بن منصور الفرغانی (المتوفی 596ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ولو کان ھو فی مصر وقت الاضحیۃ و اھلہ فی مصر آخر، فکتب الی الاھل و امرھم بالتضحیۃ فی ظاھر الروایۃ، یعتبر مکان الاضحیۃ" یعنی: اگر وہ قربانی کے وقت ایک شہر میں ہو اور اس کے گھر والے دوسرے شہر میں ہوں۔ اس نے اپنے گھر والوں کی طرف لکھ بھیجا اور انہیں قربانی کا حکم دیا، تو ظاہر الروایۃ میں ہے کہ قربانی کی جگہ کا اعتبار ہوگا۔

(فتاوی قاضیخان، کتاب الاضحیۃ، جلد نمبر:3، صفحہ نمبر:230، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ)

علامہ فرید الدین شیخ عالم بن العلاء الہندی (المتوفی 786ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "قال محمد رحمہ اللہ: النظر فی ھذا الی موضع الذبح دون المذبوح عنہ" یعنی: امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں ذبح کرنے کی جگہ کو دیکھتے ہیں نہ کہ اس کی کہ جس کی طرف سے ذبح کیا جائے گا۔

(الفتاوی التاتارخانیہ، کتاب الاضحیۃ، مایتعلق بالمکان والزمان، جلد:۱۷، صفحہ نمبر:۴۲۲، مطبوعہ: مکتبہ زکریا)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "یہ جو شہر و دیہات کا فرق بتایا گیا یہ مقام قربانی کے لحاظ سے ہے قربانی کرنے والے کے اعتبار سے نہیں۔"

(بہارِ شریعت، جلد:15، صفحہ نمبر:339، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

واللہ أعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وأصحابہ وبارك وسلم

کتبہ: ابن عامر احمد رضا عطاري عفی عنه
8 ذو الحجۃ الحرام 1439، 20 اگست 2018

الجواب صحیح
أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفي عنه الباري

قربانی کے جانور کی عمر معلوم کرنے کا طریقہ کیا ھے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ بکرے، گائے اور اونٹ کی عمروں کا تعین کیسے ہو؟ دانتوں کی علامت کتابوں میں نظر نہیں آتی۔یقینی معلومات کی کوئی صورت؟ اگر دانتوں کی درست مان لی جائے تب بھی ہر ایک شخص دانت دیکھ کر یقینی اندازہ نہیں لگا سکتا اور مسئلہ یہ ہے کہ بکرا سال میں ایک دن بھی کم کا نہ ہو۔اسی طرح ۶ ماہ کا دُنبہ فربہ ہی سہی عمر میں دو چار دن کم بھی تو ہو سکتا ہے! کیا ان صورتوں میں بیچنے والوں کی دی ہوئی خبر معتبر ہے؟ جبکہ آپ جانتے ہیں کہ ان میں اکثر فُساق بے باک ہوتے ہیں۔کیا تحرّی کی صورت ہے؟ اگر ہاں تو عوام سے تحری کی کتنی امید؟ رہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قربانی کے جانوروں کی عمر کا تعین وہی کر سکتا ہے جو جانوروں کے حالات ومعاملات سے بخوبی واقف ہے جیسے گاؤں دیہاتوں کے بعض لوگ جو شروع ہی سے مویشی پالتے ہیں اسی طرح شہر میں وہ لوگ جن کا کاروبار ہی یہی ہے کہ وہ مویشی پال کر گزارا کرتے ہیں اسی طرح بیوپاری حضرات اگر یہ کہہ دیں کہ جانور کی اتنی عمر ہے اور کوئی قرینہ جانور میں ایسا موجود نہیں جو بیوپاری کی بات کے خلاف جاتا ہو تو ان کی بات قابل قبول ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جو جس فن سے اچھی طرح واقف ہے اس کی بات اپنے فن میں قابل قبول ہے جبکہ شرع کے خلاف نہ ہو جیسا کہ کان کے متعلق اس کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ منفذ نہیں ہے جس کی وجہ سے موجودہ دور میں علماء مفتیان کرام نے کان میں دوائی ڈالنے سے روزہ کے نہ ٹوٹنے کا فتوی دیا اسی طرح کئی ایک معاملات میں ہم علم طب کے ماہرین کے اقوال کو مانتے ہیں، نیز تجارت ہی کے معاملے کو لے لیجئے فقہاء کرام کتاب البیوع کے باب خیار عیب میں جہاں عیب کی تعریف بیان کرتے ہیں وہاں یہی کہتے ہیں کہ عیب وہ ہے جسے تجار عیب شمار کریں کہ وہ اس فن کے ماہر ہیں لہذا جو عرصہ دراز سے جانوروں کی خرید وفروخت سے منسلک ہے جس سے اسے تجربہ حاصل ہو چکا، اس کی بات یقینی طور پر حجت وقابل قبول ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں "باب

خیار العیب هو لغة ما یخلو عنه أصل الفطرة السلیمة .وشرعا ما أفاده بقوله (من وجد بمشریه ما ینقص الثمن) ولو یسیرا جوهرة (عند التجار) المراد أرباب المعرفة بکل تجارة وصنعة۔" ترجمہ: خیارِ عیب کا بیان: اس کا لغوی معنی ہے کہ جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو۔ اور شرعی معنی جو ماتن کے قول سے مستفاد ہے کہ عیب وہ ہے جس کی وجہ سے تاجروں کے ہاں مبیع کے ثمن میں کمی واقع ہو جائے اگرچہ کمی ہلکی سی ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "عند التجار" کے تحت فرماتے ہیں کہ مراد ارباب معرفت ہیں۔ (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب خیار العیب، جلد 07، صفحہ 164، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

لہٰذا مسلمان جو پچاس پچاس سال سے مسلسل قربانی کرتے قربانی کے جانور سیل کرتے ہیں انہوں نے جانوروں کی عمریں جو شریعت نے بیان کیں ان کی معلومات حاصل کرنے کے لئے اگر دانتوں کو نشانی بنایا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ خلاف شریعت نہیں بلکہ حکم شرعی پر صحیح طور پر عمل کرنے کے لئے ایک علامت بنایا جس کا خلاف آج تک ثابت نہیں ہو سکا یعنی آج تک کسی بڑے سے بڑے ماہر نے بھی دانتوں کی نشانی کو رد نہیں کیا۔ یہاں تک کہ بہار شریعت اور دیگر اردو فتاوٰی جات میں فقہاء کرام نے اس نظریے کا رد نہیں کیا۔

نیز اگر بیان کردہ صورت نہ بھی ہو تو پھر عمر کی معلومات کے دو طریقے ہیں:

(1) منڈی میں جو جانور بیچ رہا ہے وہ کہہ دے کہ سال کا ہے تو اس جانور کو قربانی میں ذبح کرنا جائز ہے کہ اس کی خبر از قبیلہ معاملات سے ہے اور معاملات میں فاسق و کافر کی خبر قابل قبول ہے جبکہ غلبہ ظن حاصل ہو جائے۔ یاد رہے کہ احکام دو طرح کے ہیں:۔

(1) دیانات: اس سے مراد کسی شے کا حلال یا حرام ہونا اس کو خالص عبادات بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ نہایہ میں ہے "من الدیانات الحل والحرمة۔" دیانات میں سے حلال وحرام ہے۔"

(نہایہ، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 281، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) معاملات: ان سے مراد ہر وہ کام جس میں کسی پر الزام و جھگڑا وغیرہ نہ ہو۔ جیسا کہ تبیین الحقائق میں ہے "ومن المعاملات التوکیل والإذن فی التجارة، وکل شیء لیس فیه إلزام، ولا مایدل علی النزاع۔" ترجمہ: معاملات میں سے توکیل وتجارت کی اجازت ہیں اور ہر وہ شے جس میں کسی پر کچھ الزام نہ ہو اور نہ ہی ایسا ہو کہ نزاع پر دلالت کرے۔

(تبیین الحقائق، کتاب الکراہیت، جلد 06، صفحہ 12، المطبعة الکبری الأمیریة - بولاق، القاہرة)

دونوں کا بالترتیب حکم یہ ہے کہ دیانات میں تو فاسق و کافر کی خبر مردود جبکہ معاملات میں ان کی خبر قابل قبول ہے جبکہ ظن غالب ان کی صداقت کا ہو۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے "قال رحمه اللہ: (ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمة) ، وهذا سهو ؛ ولأن الحل والحرمة من الدیانات، ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات، وإنما یقبل قوله فی المعاملات خاصة للضرورة ؛ ولأن خبره صحیح لصدوره عن عقل ودین یعتقد فیه حرمة الکذب ، والحاجة ماسة إلی قبول قوله لکثرة وقوع المعاملات، ولا یقبل فی الدیانات لعدم الحاجة إلا إذا کان قبوله فی المعاملات یتضمن قبوله فی الدیانات فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات فیقبل قوله فیها ضرورة، وکم من شیء یصح ضمنا ، وإن لم یصح قصدا ألا تری أن بیع

الشرب وحدہ لا یجوز، وتبعا للأرض یجوز۔" مصنف کا یہ کہنا کہ حل وحرمت میں کافر کا قول مانا جائے گا سہو ہے کیونکہ حل وحرمت باب دیانات سے ہیں اور دیانات میں کافر (وفاسق) کا قول نہیں لیا جاتا ان کا قول محض معاملات میں ضرورت کی وجہ سے قبول کیا جاتا ہے کیونکہ وہ عاقل ہے اور ایسے دین سے تعلق رکھتا ہے جس میں جھوٹ حرام ہے۔ اور کثیر الوقوع معاملات کی وجہ سے ان کی بات ماننے کی ضرورت بھی ہے۔ جبکہ دیانات میں کوئی حاجت نہیں ہاں یہ کہ دیانات کسی معاملہ کی خبر کے ضمن میں آ رہے ہوں تو ضمنا ان میں بھی قبول کر لی جائے گی کہ قاعدہ ہے کہ کتنی ایسی اشیاء ہیں کہ جو صراحتا نہیں لیکن ضمنا ثابت ہو جاتیں ہیں۔ جیسا کہ شُرب کی بیع ناجائز ہے لیکن زمین کی تبعیت میں جائز ہے۔ (تبیین الحقائق، کتاب الکراہیت، جلد 06، صفحہ 12، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ - بولاق، القاہرۃ)

بہار شریعت میں ہے "معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہے اگر چہ حلت وحرمت دیانات میں سے ہیں اور دیانات میں کافر کی خبر نامقبول ہے مگر چونکہ اصل خبر خریدنے کی ہے اور حلت وحرمت اس مقام پر ضمنی چیز ہے لہٰذا جب وہ خبر معتبر ہوئی تو ضمناً یہ بھی ثابت ہو جائے گی اور اصل خبر حلت وحرمت کی ہوئی تو نامعتبر ہوتی۔ معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہونا اس وقت ہے جب گمان غالب یہ ہو کہ سچ کہتا ہے اور اگر غالب گمان اس کا جھوٹا ہونا ہو تو اس پر عمل نہ کرے۔" (بہار شریعت، حصہ 16، صفحہ 36، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ بکرے وغیرہ سیل کرنے والے فساق و بے باک ہوتے ہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ ان کی خبر تو معتبر ہی ہے۔

(2) جانور کی عمر پوری ہے یا نہیں؟ اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ جس جانور کے ایک سال کے ہونے کی یقین دہانی کرائی جا رہی ہے اس کو دیکھیں اور دیگر چند ایک جانور دیکھیں جو واقعی پوری عمر کے ہوں دونوں پر نظر کرنے سے گمان ہوتا ہے کہ یہ بھی سال ہی کا ہے تو اس جانور کو بھی قربانی میں ذبح کرنا جائز ہے کہ شرع مطہر نے اس کا اعتبار کیا ہے جس کی بین مثال چھ ماہ کے دنبے کی ہے کہ فقہاء نے اس کی بھی کوئی نشانی بیان نہ کی یہ کہا اگر اس کو سال بھر کے دنبوں میں کھڑا کیا جائے تو بوجہ فربہی و جسامت سال کا ہی لگے تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ جیسا کہ المحیط البرہانی میں ہے "ویجزیء فی الأضحیۃ الثنی فصاعداً من کل شیء، ولا یجزیء ما دون ذلک کل شیء إلا الجذع من الضأن إذا کان عظیماً ومعناہ انہ اذا اختلط مع المثان یظن الناظر الیہ انہ انثی۔"

(المحیط البرہانی، کتاب الاضحیۃ، الفصل الخامس فی بیان مایجوز فی الضحایا ومالا یجوز، جلد 05، صفحہ 666، دار احیاء التراث العربی)

اس جزیئے میں گویا کہ دنبے سے متعلق تحری کو معتبر رکھا جس سے واضح ہو گیا کہ تحری بھی جائز ہے یعنی اگر کسی کا دل ان کی خبر پر نہیں جم رہا لیکن غور وفکر وغیرہ کرنے سے مثلاً دیگر جانوروں وغیرہ کو دیکھنے سے دل میں بات جم رہی ہے کہ سال ہی کا ہے تو جائز ہے اور رہی یہ بات کہ تحری کسی کی معتبر ہے شریعت میں جہاں بھی تحری کے مسائل مذکور ہیں جیسا کہ نماز میں جہت قبلہ، پانی کی نجاست وطہارت وہاں کہیں بھی فقہاء نے عوام وخواص کی تحری کی تقسیم نہیں کی بلکہ بلا امتیاز تحری کو معتبر رکھا، بلکہ حدیث میں تو نماز جیسے اہم ترین معاملے میں تحری جس میں غلبہ ظن ہو، کا اعتبار کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "من شک فی صلاتہ فلیتحر" وشھادۃ القلب فی التحری تکفی عندنا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم: "المؤمن ینظر بنور اللہ" نیز دیانات سے متعلق اخبار کے قبول کرنے و نہ کرنے

کا شرع مطہر نے بڑا اہتمام کیا ہے جو کہ معاملات میں نہیں کیا اور دیانات سے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر کافر و فاسق خبر دیں اور تحری سے ان کی خبر پر اعتماد ہو جائے تو عمل کرنا جائز ہے تو معاملات میں تحری بدرجہ اولی قابل قبول ہونی چاہیے۔ جیسا کہ عام کتب فقہ میں لکھا ہے ”وإن كان المخبر فاسقا تحرى فإن كان أكثر رأيه أنه صادق يتيمم ولا يتوضأ به۔ وإن كان أكثر رأيه أنه كاذب يتوضأ به ولا يتيمم۔“

معلوم ہوا کہ تحری کے مسائل مطلق ہیں جس میں کسی عام و خاص کی کوئی قید نہیں نیز اگر تحری کو معتبر نہ رکھا جائے تو یہ حدیث کے حکم ”ولا تعسروا اور ”ولا تنفروا“ کے خلاف ہے کہ عوام پر بہت آزمائش ہوگی کہ جب دانتوں کا بھی اعتبار نہیں تو پھر عمر کا اعتبار کون اور کیسے کر سکے گا، علمائے کرام بھی اس سے عاجز آجائیں گے کہ بکرے کی عمر کا ایک سال ہونے کا تعین تو کتب میں موجود ہے لیکن نشانی کوئی نہیں تو ناچار بیان کردہ صورتوں ہی کو قابل اعتماد ٹھہرانے کے علاوہ کوئی راہ نہیں۔

محترم استاد صاحب فتوی مکمل لکھنے کے بعد اور آپ کو بھیجنے سے چند منٹ قبل جامعہ نعیمیہ کے مفتی عمران صاحب سے میں نے اس مسئلہ پر گفتگو کی اور اپنا لکھا ہوا مؤقف بیان کیا اور پوچھا کہ آپ اس بارے کیا فتوی دیتے ہیں تو انہوں نے میرے مؤقف کی تائید کی۔

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

01 ذوالحجۃ 1431ھ 08 نومبر 2010ء

قرآن وسنت سے ثابت شدہ فتاوٰی جات پڑھنے اور

دیگر اسلامی واصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج

(Faizan e Shariat Foundation)

کوضرور لائک کریں۔ اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں

تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں: +92 321 4061265

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دارالافتاء فیضان شریعت

Faizan-e-Shariat Foundation

الکریم گارڈن فیز 1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

حاجی پر کتنی قربانیاں لازم ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کیا حاجی پر عید کی قربانی الگ سے کرنا لازم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قربانی ہر اُس شخص پر لازم ہے جو مسلمان ہو، آزاد ہو، مقیم ہو، صاحبِ نصاب ہو، نیز ان تمام شرائط کا ایامِ نحر یعنی دس ذی الحجۃ کے طلوعِ صبحِ صادق سے بارہ ذی الحجۃ کے غروبِ آفتاب تک کسی بھی وقت میں پایا جانا وجوبِ قربانی کے لیے کافی ہے۔

جیسا کہ علّامہ ابوبکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ و أما شرائط الوجوب؛ منها الإسلام فلا تجب على الكافر و منها الحرية فلا تجب على العبد و منها الإقامة فلا تجب على المسافر و منها الغنى یعنی وجوبِ قربانی کی شرائط اسمیں سے اسلام ہے پس کافر پر قربانی واجب نہیں اور اس میں سے آزادی ہے چنانچہ غلام پر قربانی واجب نہیں نیز تیسری شرط اقامت یعنی مقیم ہونا ہے لہٰذا مسافر پر قربانی واجب نہیں اور چوتھی شرط غنی یعنی صاحبِ نصاب ہونا ہے۔

(البدائع والصنائع کتابُ التضحیۃ جلد 5، صفحہ 64، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اب حاجی اگر پندرہ دن مکہ میں ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو چونکہ وہ مقیم ہے لہٰذا دیگر شرائط کے وجود کے ساتھ اُس پر قربانی لازم ہوگی اور اگر پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہے تو چونکہ وہ مسافر ہے لہٰذا اُس پر قربانی واجب نہیں کہ قربانی کے وجوب کے لیے مقیم ہونا شرط ہے۔

البدائع والصنائع میں ہے کہ و لا تجب الأضحية على الحاج؛ و أراد بالحاج المسافر فأما أهل مكة فتجب عليهم الأضحية وإن حجوا؛ یعنی حاجی پر قربانی واجب نہیں جبکہ حاجی مسافر ہو پس بہر حال اہلِ مکہ یعنی مکّہ میں مقیم شخص پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حاجی ہو۔ (البدائع والصنائع کتابُ التضحیۃ جلد 5، صفحہ 65، دارالفکر بیروت)

نیز علّامہ شامی لکھتے ہیں کہ و أما الأضحية فإن كان مسافرا فلا يجب عليه وإلا كالمكي یعنی حاجی اگر مسافر ہو تو اُس پر عید کی قربانی

لازم نہیں اور اگر وہ مسافر نہ ہو تو وہ وجوبِ قربانی کے حق میں مکّی طرح ہے یعنی اُس پر بھی عید کی قربانی لازم ہوگی۔

(ردّالمحتار، کتابُ الحج جلد2، صفحہ515، دارالفکر بیروت)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ حاجی اگر مکّہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور دیگر قربانی کے وجوب کی شرائط پائی جاتی ہیں تو اُس پر عیدالاضحیٰ کی قربانی کرنا واجب ہے وگرنہ نہیں۔

نیز سائل کے اس جملے (کیا عید کی قربانی الگ سے لازم ہے؟) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو قربانی حاجی بعدِ رمی اور حلق سے پہلے حدودِ حرم میں کرتے ہیں سائل کی سمجھ یہ آیا ہے کہ یہ قربانی اور عیدالاضحی کی قربانی ایک ہی ہے، تو یاد رہے کہ وہ قربانی اور عیدالاضحیٰ کی قربانی الگ الگ ہیں کہ وہ قربانی حج کا شکرانہ ہے، حجِ تمتع اور حجِ قران کرنے والے کے لیے واجب جبکہ حجِ افراد کرنے والے کے لیے مستحب ہے اور عید کی قربانی اگر شرائط پائی جائیں تو ہر مسلمان پر واجب ہے چاہے وہ حاجی ہو یا غیرِ حاجی۔

ردّالمحتار میں ہے کہ **والذبح له أفضل، ويجب على القارن و المتمتع** یعنی مفرد کے لیے احرام کی قربانی (جو حاجی حدودِ حرم میں کرتے ہیں) افضل ہے جبکہ حجِ قران اور تمتّع کرنے والے پر واجب ہے

(ردّالمحتار، کتابُ الحج جلد2، صفحہ515، دارالفکر بیروت)

نیز سیّدی اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ افعالِ حج میں قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ یہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے قارن و متمتّع پر واجب اگرچہ فقیر ہوں اور مفرد کے لیے مستحب اگرچہ غنی ہو"

(فتاوی رضویّہ، کتابُ الحج جلد10، صفحہ752، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفى عنه الباري

واللہ تعالی اعلم و علمه جل مجده أتم و أحكم

كتبه: احمد رضا قادری

19محرم الحرام 1440ھجری بمطابق 30ستمبر، 2018

بیرون ملک شخص کی اپنے ملک قربانی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کرنے والا شخص یورپ یا سعودیہ میں ہے وہاں قربانی کا پہلا دن ہے اور پاکستان میں ابھی قربانی کے دن شروع نہیں ہوئے۔تو اس دن پاکستان میں اس شخص کی طرف سے قربانی کرنے کا کیا حکم ہے ؟ دوسری بات کہ اگر دونوں جگہ ایک ہی دن عید ہو جیسے پاکستان میں بھی بدھ کو عید ہو اور یوکے و یورپ یا کسی اور ملک میں بھی بدھ کو عید ہو اب پاکستان میں عید کی نماز 6 یا 7 بجے ہے اور یوکے و یورپ میں جلد سے جلد بھی 10 بجے عید کی نماز کا وقت ہوگا تو اب جس نے پاکستان قربانی کرنی ہے تو کیا ضروری ہے کہ پاکستان میں اس وقت جانور ذبح ہو جب یوکے و یورپ میں رہنے والا عید کی نماز پڑھ لے یعنی 10 بجے کے بعد جب یوکے و یورپ میں عید کی نماز پڑھی جا چکی ہو۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجَوَابُ بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الحَقِّ وَ الصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں قربانی نہیں ہوگی کہ پاکستان میں ابھی قربانی کا وقت شروع نہیں ہوا اور قربانی میں جس جگہ قربانی کی جا رہی ہے اس جگہ کا اعتبار ہے نا کہ قربانی کرنے والے کی جگہ کا۔اور جس نے پاکستان قربانی کرنی ہے اس کے لیے ضروری نہیں کہ پاکستان میں اس وقت جانور ذبح ہو جب یوکے و یورپ میں رہنے والا عید کی نماز پڑھ لے۔اعتبار اس جگہ کا ہے جہاں قربانی کا جانور ہے، جب جانور پاکستان ہے تو بس یہ ضروری ہے کہ پاکستان کے اس شہر میں جہاں جانور ذبح کرنا ہے کسی جگہ عید کی نماز ادا ہو چکی ہو، قربانی صحیح ہونے کے لیے خود پاکستان رہنے والے کے لیے بھی عید کی نماز پڑھنا شرط نہیں تو دوسرے ملک رہنے والے کے لیے شرط کیسے ہو سکتا ہے۔

امام برھان الدین محمود بن صدر الشریعۃ البخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری المحیط البرھانی میں فرماتے ہیں: أن الرجل إذا كان في مصر و أهله في مصر آخر، فكتب إليهم أن يضحوا اعنه، فإنه يعتبر مكان الذبيحة۔ ترجمہ: ایک آدمی جب ایک شہر میں ہو اور اس کے گھر والے دوسرے شہر میں۔تو اس نے اپنے گھر والوں کو لکھا کہ وہ اس کی طرف سے قربانی کر دیں تو اس میں ذبح کرنے کی جگہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

(المحیط للبرھانی، کتاب الاضحیۃ، الفصل الرابع فیما یتعلق بالمکان والزمان، جلد 8، صفحہ 464، ادارۃ القرآن، کراچی)

ردالمحتار میں ہے: والمعتبر مکان الأضحیة لا مکان من علیه۔ ترجمہ: قربانی میں ذبح کرنے کی جگہ کا اعتبار کیا گیا ہے نا کہ جس پر قربانی ہے اس کی جگہ کا۔ (ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، جلد6، صفحہ646، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: یہ جو شہر و دیہات کا فرق بتایا گیا یہ مقامِ قربانی کے لحاظ سے ہے قربانی کرنے والے کے اعتبار سے نہیں یعنی دیہات میں قربانی ہو تو وہ وقت ہے اگرچہ قربانی کرنے والا شہر میں ہو اور شہر میں ہو تو نماز کے بعد ہو اگرچہ جس کی طرف سے قربانی ہے وہ دیہات میں ہو۔ (بہارِ شریعت، جلد3، صفحہ337، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ أتم و أحکم

ابو الفیضان الرضوی عفی عنہ

8 ذوالحجۃ الحرام 1439، 20 اگست 2018

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفی عنه الباري

قرآن و سنت سے ثابت شدہ فتاوٰی جات پڑھنے اور

دیگر اسلامی و اصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج

(Faizan e Shariat Foundation)

کو ضرور لائک کریں۔ اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں

تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں: +92 321 4061265

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دار الافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز 1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

Faizan-e-Shariat Foundation

قربانی کے جانور کا نام رکھنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کیا قربانی کے جانور کا نام رکھنا جائز ہے؟

سائل، عبدالشکور چغتائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

جانور کا نام رکھنا از روئے شرع بالکل جائز ہے اور یہ امر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بھی ثابت ہے، کہ آپ کے پاس جو جانور تھے اُن کے مخصوص نام کُتُبِ سیر میں منقول ہیں مثلاً آپ کے خچر کا نام دلدل، اسی طرح آپ کے گھوڑے کا نام مرتجز وغیرہ، اب یہ عام ہیں کہ وہ جانور قربانی کی نیت سے لیا گیا ہو یا کسی اور مقصد کے لیے بہرصورت اسکا نام رکھنا شرعاً جائز ہے۔لیکن آج کل ہمارے معاشرے میں بعض وہ لوگ جو قربانی کا جانور لاتے ہیں، اپنے جانور کا کوئی ایسا نام رکھتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ اُس شخص اور جانور دونوں پر استھزاء کرتے ہیں مثلاً ہنٹر، ڈاکٹ وغیرہ یہ بھی مناسب طریقہ نہیں ہے، بلکہ مناسب یہ ہے کہ جانور کا کوئی ایسا نام رکھا جائے جو نہ اُس شخص کے اور نہ ہی اُس جانور کے استھزاء کا سبب بنے۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جانوروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ أما خيله عليه الصلاة و السلام: فالسكب، والمرتجز وهو الذي شهد له فيه خزيمة بن ثابت، فجعل شهادته بشهادة رجلين. والظرب و كان له عليه الصلاة والسلام من البغال دلدل: وفضة: وكان له عليه الصلاة والسلام من اللقاح: القصواء, وهي التي هاجر عليها وبردة، وبركة، والبغوم، والحناء، وزمزم، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس جو گھوڑے تھے اُن میں سے ایک کا نام سکب تھا ، اِسی طرح دوسرے کا نام مرتجز تھا اور یہ وہ گھوڑا تھا کہ جسکی خرید کی گواہی حضرتِ خزیمہ رضی اللہ عنہ نے دی اور ذو الشھادتین کا لقب حاصل کیا ، اسی طرح ایک گھوڑے کا نام ظرب بھی تھا ، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس جو خچر مبارک تھے اُن میں سے ایک کا نام دلدل تھا اسی طرح دوسرے کا نام فضۃ تھا، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ملکیت میں کچھ اُونٹنیاں بھی تھی جس میں سے

ایک کا نام قصواء تھا، اور یہ وہ اُونٹنی تھی کہ جس پر آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجرت فرمائی تھی، اسی طرح بردۃ، برکہ، بغوم، حناء، زمزم وغیرہ بھی آپ ہی کی اُونٹنیوں کے نام ہیں۔ (شرح زرقانی علی المواہب اللدنیۃ، جلد5، فصل9، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

مذکورہ عبارت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جانوروں کا ذکر کیا گیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً جانوروں کا نام رکھنا حضور علیہ السلام سے ثابت ہے، اب یہ عام ہے کہ وہ جانور قربانی کے لئے لیا گیا ہو یا کسی اور مقصد کے لئے، چنانچہ نام اگر مذکورہ قباحت یعنی خود کو اور جانور کو استہزاء پر پیش کرنا سے خالی ہوں، اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کی نیت سے ہو تو نہ صرف جائز بلکہ باعثِ ثواب ہے۔

والله تعالی اعلم وعلمه جل مجده أتم وأحكم

كتبه: احمد رضا قادری

9 ذو الحجة الحرام 1439، 21 اگست 2018

الجواب صحيح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفى عنه الباري



FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دارالافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز1،مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

قربانی کی کھال ڈیم فنڈ یا کسی مدرسہ کو دینا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اس بار اگر قربانی کی کھالیں ڈیم فنڈ میں دے دی جائیں تو بہت جلد اربوں کے فنڈ جمع ہو سکتے ہیں کیا اس میں کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہے؟ کیا یہ عمل کرنا صدقہ جاریہ ہوگا؟

سائل: محمد بلال (سندھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ڈیم کے لیے قربانی کی کھال دینا جائز ہے کہ یہ ایک رفاہی اور اچھا کام ہے اور ہر فاہی کام کے لیے صدقاتِ نافلہ دینا جائز ہے اور قربانی کی کھال کا صدقہ،صدقہ واجبہ نہیں بلکہ یہ صدقہ نافلہ ہے۔لیکن یاد رہے کہ اسلام کی ترقی و بقا،تعلیمات اسلامیہ کی نشر واشاعت اور قرآن و حدیث کی تبلیغ وتشہیر کے لیے دنیا بھر میں مدارس وجامعات کی سرگرمیاں جاری ہیں۔اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دین اسلام اور عقیدہ توحید کی حفاظت و بقا،تعلیمات اسلامیہ پر منحصر ہے۔جس قوم میں دینی تعلیم اور اسلامی تربیت کا نظام اہل دین ودانش مند حضرات کی زیر نگرانی چلتا ہے وہ اپنے دین میں نہ صرف سچی وراسخ ہوتی ہے بلکہ رہنمایانہ ومصلحانہ زندگی بھی گزارتی ہے اس کے برعکس جس طبقہ میں تعلیماتِ اسلامیہ کا نظام نہ ہو یا اہل حق ودرد رکھنے والوں کی زیر نگرانی نہ ہو وہ طبقہ زمین پر بوجھ بن کر رہ جاتا ہے۔

دینی مدارس جہاں اسلام کے قلعے،ہدایت کے سرچشمے،دین کی پناہ گاہیں اور اشاعت دین کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔وہاں یہ دنیا کی سب سے بڑی حقیقی طور پر (این،جی،اوز) بھی ہیں۔یہ لاکھوں طلبہ وطالبات کو بلا معاوضہ تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو رہائش وخوراک اور مفت طبی سہولیات بھی فراہم کرتے ہیں۔

اور ان مدارس کے چلنے،چلانے میں قربانی کی کھالیں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ان کھالوں کے ذریعے پڑھانے والے اساتذہ و مدرسین کی تنخواہوں،یوٹیلٹی (بجلی،گیس وغیرہ) بلز کی ادائگیوں،غریب ومستحق طلبہ وطالبات کی کتابوں اور خوراک ورہائش کا کافی حد تک انتظام ہو جاتا ہے۔لیکن اس کے برعکس اگر قربانی کی کھالیں مدارس کی بجائے ڈیم وغیرہ کو دی جائیں تو دین کی تعلیم واشاعت میں حرج عظیم لازم آئے گا،اور بہت سے مدارس کے بند ہونے کا خطرہ ہے اور ویسے بھی پاکستان میں قربانی کی کھالیں کوئی اڑھائی سے تین ارب

کی ہوں گیں جبکہ ڈیم بنانے کے لیے کئی سو ارب روپے کی حاجت ہوتی ہے۔اور اس کی تکمیل کے لیے آٹھ سے دس سال درکار ہوتے ہیں ۔بالفرض اگر ایک سال کی تمام کھالیں ڈیم کو دے بھی دی جائیں تب بھی کھالوں سے ڈیم نہیں بنے گا لیکن اس صورت میں مدارس دینیہ کو نقصان ضرور پہنچے گا لہذا تمام کھالیں مدارس دینیہ کو دی جائیں کہ کھالوں کی جہاں زیادہ یعنی سخت حاجت ہو وہاں دینا زیادہ مناسب ہے ۔رہا ڈیم تو اس کا مدارس کا نقصان کیے بغیر بھی بننا ممکن ہے کہ حکومت اپنے بیت المال سے اس پر خرچ کر سکتی ہے یا مختلف طریقوں سے ڈیم کے لیے قوم سے ٹیکس وصول کر سکتی ہے جیسے کئی ٹیکس قوم سے وصول کیے جاتے ہیں۔اس سے بھی زیادہ مناسب بلکہ ضروری ہے کہ پاکستانی قوم کا پیسہ چوری کرنے والے دس معروف و مشہور چور سیاست دانوں کا کڑا احتساب ہو اور لوٹی ہوئی رقم دوبارہ پاکستانی خزانے میں جمع ہو تو ایک دو کیا بیسیوں بڑے ڈیم معرض وجود میں آ سکتے ہیں۔

لہذا ایسی صورتِ حال میں مدارس دینیہ کو قربانی کی کھال دینا زیادہ مناسب اور افضل ہے۔اور رہا جواز کا مسئلہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اپنی قربانی کی کھال ڈیم یا کسی بھی رفاہی ادارے کو دینے وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا اور اس کی قربانی میں کوئی حرج نہیں آئے گا۔

سنن ابوداود میں ہے: **كُلُوا وَادَّخِرُوا وَاتَّجِرُوا**۔ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور جمع کرو اور خرچ کرو۔

(سنن ابوداود، کتاب الضحایا، باب فی حبس لحوم الاضاحی، جلد 10، صفحہ 357، مطبوعہ: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: یونہی ہر قربت کے کام میں صرف کر سکتے ہیں جیسے مدرسۂ دینیہ کی اعانت۔ (فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 495، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آپ علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں: چرم قربانی کا تصدق اصلا واجب نہیں، ایک صدقہ نافلہ ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 488، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ملک العلماء الشاہ محمد ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی "فتاوی ملک العلماء" میں فرماتے ہیں: پوست کسی فقیر یا غنی کو بعینہ یا اس کی چیز موزہ ، پوستین، تکیہ وغیرہ بنوا کر ہدیہ دے یا اس سے کوئی چیز مستہلک یا غیر مستہلک بدل کر یا روپیوں سے بیچ کر صدقہ کرے یا کسی نیک کام میں صرف کرے یعنی نفع عام کی کوئی چیز مدرسہ، حوض، پل، نہر، سرائے، کنواں، مسجد، شفاخانہ، قبرستان کی حفاظت وغیرہ کی تعمیر کرائے۔غرض ہر اس کام میں جس میں ثواب ہو صرف کرنا بلا شبہ جائز ہے۔ (فتاوی ملک العلماء، کتاب الاضحیۃ، صفحہ 282، مکتبہ نبویہ، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فتاوی امجدیہ میں فرماتے ہیں: اپنی مسجد کا حق زیادہ ہے مگر دوسری مسجد یا مدرسہ میں بھی دینا جائز ہے۔اور جہاں زیادہ ضرورت ہے وہاں زیادہ مناسب ہے۔ (فتاوی امجدیہ، کتاب الاضحیۃ، جلد 3، صفحہ 316، مکتبہ رضویہ)

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفي عنه الباري

والله أعلم ورسوله عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وأصحابه وبارك وسلم

کتبہ: ابو الفیضان الرضوی عفی عنہ

27 ذو القعدہ 1439ھ، 10 اگست 2018

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دار الافتاء فیضان شریعت

Faizan-e-Shariat Foundation

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

کیا جہیز میں ضرورت سے زائد سامان ہو تو قربانی واجب ہوگی؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ میری بیوی کو جہیز میں اس کے والدین نے بطور رسم جوان کے یہاں سامان جہیز میں چلتی آرہی ہے، 20عدد گرم لحاف، 20عدد تالائی، 5عدد کمبل، عدد 10 تکیے، 20عدد کھیس، اور 20عدد دریاں دی۔ جب سے شادی ہوئی سخت موسم سرما کے لئے ایک عدد لحاف وتالائی استعمال میں آئی تو نارمل سردی میں کمبل کا استعمال ہوا، اسی طرح موسم بہار کہ جب نہ سخت سردی ہوتی ہے نہ گرمی اس میں ایک یا دو کھیس استعمال ہوئے اور ایک یا دو دریاں، پھر بچوں کی ولادت ہوئی تو دونوں بچوں کے لئے بھی ایک لحاف، ایک کھیس، ایک تالائی اور ایک دری استعمال میں آئیں، ہاں کبھی کبھار موسم سرما میں مہمان آجائیں تو مشاہدہ کے مطابق زیادہ سے زیادہ دو لحاف سیٹ نکالے اور پھر رکھ دیے، باقی تمام کے تمام اسی دن سے صندوق میں پیک ہیں جن کی مالیت ایک اندازے کے مطابق 150000 ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔ تو ان اشیاء میں کتنے ضرورت میں شامل ہیں اور کتنے نہیں اور ان کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟ سائل: محمد رضوان (گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

آپ اور آپ کے بچوں کے استعمال میں جتنی چیزیں ہیں یوں ہی مہمانوں کے استعمال میں آنے والی جتنی چیزیں ہیں وہ سب حاجت اصلیہ میں شامل ہیں اور باقی حاجت سے زائد ہیں، آپ کے بقول زائد چیزوں کی قیمت تقریباً ڈیڑھ لاکھ ہے اور موجودہ زمانے میں اس رقم کے اندر ہی چاندی کا نصاب پورا ہوجاتا ہے، اگر قربانی کے دنوں میں بھی زائد چیزوں کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو تو آپ کی بیوی پر ان کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی کہ سامان جہیز کا مالک عورت ہوتی ہے۔ اور (فرض کیجیے کیونکہ بظاہر ایسا نہیں لگ رہا ہے) اگر ان چیزوں کی قیمت نصاب کو نہ پہنچے لیکن دوسری زائد چیزیں اس کے ساتھ ملائی جائیں تو ان کی قیمت چاندی کے نصاب برابر ہو جائے تب بھی قربانی واجب ہوگی۔

بدائع الصنائع میں ہے ”فلابدمن اعتبار الغنی وھو ان یکون فی ملکه مائتادرھم اوعشرون دینارا اوشئ تبلغ قیمته ذلک سوی مسکنه ومایتأثث به وکسوته وخادمه وفرسه وسلاحه ومالایستغنی عنه وھو نصاب صدقة الفطر“ ترجمہ: (قربانی کے نصاب میں میں) مالداری کا اعتبار ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی ملکیت میں دوسو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) یا بیس دینار (ساڑھے سات تولہ سونا) ہوں یا رہائش، خانہ داری کے سامان، کپڑے، نوکر، گھوڑا، ہتھیار، اور جن چیزوں کے بغیر گزارہ نہ ہو، ان سب کے علاوہ کوئی ایسی چیز ہو جو اس (دوسو درہم یا بیس دینا) کی قیمت کو پہنچتی ہو۔ اور صدقہ فطر کا نصاب بھی یہی ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، فصل شرائط الوجوب، جلد5، صفحہ64، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں ”قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ ۵۶ روپیہ (ساڑھے باون تولہ چاندی) کے مال کا مالک ہو، چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل یا بھینس یا کاشت، کاشتکار کے ہل بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو“ (فتاویٰ رضویہ، جلد20، صفحہ370، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں ”زیور، برتن، کپڑے وغیرہ جو کچھ ماں باپ نے دختر کو دیا تھا وہ سب ملک دختر ہے“۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد26، صفحہ210، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”جو شخص دوسو درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہو، وہ غنی ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔ حاجت سے مراد رہنے کا مکان، خانہ داری کے سامان، جن کی حاجت ہو اور سواری کا جانور اور خادم اور پہننے کے کپڑے، ان کے سوا جو چیزیں ہوں، وہ حاجت سے زائد ہیں“

(بہار شریعت، قربانی کا بیان، جلد3، حصہ15، صفحہ333، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

الجواب صحیح

أبو أطھر محمد أظھر العطاري المدني عفی عنه الباري

واللہ تعالی اعلم وعلمه جل مجده أتم وأحکم

کتبہ: ابو بلال غلام ربانی المصباحی عفی عنه

04 ذو الحجہ 1440ھ، 06 اگست 2019

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دار الافتاء فیضان شریعت

Faizan-e-Shariat Foundation

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

وراثت کی تقسیم سے قبل قربانی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ (1): زید کا انتقال ہو گیا، ورثاء میں ایک بیٹا بکر اور دیگر ورثا بھی ہیں مال وراثت ابھی تک تقسیم نہیں ہوا، لیکن بکر کے حصے میں مال بقدر نصاب آ رہا ہے لیکن مال وراثت کی تقسیم سے پہلے ہی قربانی کے ایام آ گئے ہیں تو اب بکر پر قربانی کا کیا حکم ہو گا؟

یعنی مال وراثت تقسیم سے پہلے دین ہوتا ہے یا کیا ہوتا ہے؟ دین ہے تو کون سا؟

(2): اور جو قربانی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر کسی کا دوسرے پر دین ہو تو قربانی کے لیے رقم مانگے اگر غالب گمان ہو کہ مانگنے سے مدیون اتنی دے دے گا تو اس دین سے کون سا دین مراد ہے؟ نیز اگر یہ غالب گمان بھی تھا کہ مانگنے سے رقم مل جائے گی پھر بھی نہیں مانگی تو اب اتنی رقم کا تصدق لازم ہو گا یا نہیں؟ سائل انیس سرور (کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1): صورتِ مسئولہ میں بکر اِتمام حجت کے لیے ترکہ سے اپنے حصے کا مطالبہ کرے اگر مل جائے تو اس پر قربانی کرنا واجب اور اگر نہ ملے تو قربانی کرنا واجب نہیں کیونکہ قربانی کے وجوب کے لیے بقدر نصاب مال ہو اور اسے خرچ کرنے پر قدرت بھی ہو تو قربانی واجب ہوتی ہے، اور صورت مسؤلہ میں اگرچہ بقدر نصاب مال حصہ میں آتا ہے مگر ابھی دیگر ورثاء دے نہیں رہے، مال وراثت تقسیم نہیں کر رہے جیسے والد صاحب کا انتقال ہوا اور انہوں نے 20 کروڑ کا مکان چھوڑا جس میں تمام اہل خانہ رہتے ہیں اور بکر کے حصہ میں مثال کے طور پر ایک کروڑ روپے آتے ہیں مگر دیگر ورثاء دے نہیں رہے اور نہ ہی مکان فروخت کرنے دیتے ہیں اور نہ ہی خود سے مکان فروخت کرنے پر قدرت تو ایسی صورت میں قربانی واجب نہیں۔

لہذا ترکہ کے علاوہ اور مال میں سے حاجت اصلیہ (یعنی جن کی طرف زندگی گزارنے میں آدمی کو ضرورت ہو) اور قرض نکال کر بھی نصاب کی مقدار کا مالک ہے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے اور اگر نصاب کا مالک نہیں تو اس پر قربانی کرنا واجب نہیں۔

(2): اور دین کی صورت میں اگر غالب گمان ہو کہ مانگنے سے قربانی کرنے کی مقدار رقم مل جائے گی تو قربانی کی رقم مانگنا ضروری ہے ورنہ

اتنی رقم کا تصدق کرنا لازم ہوگا۔اور یہ دَین قوی ہے۔

امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں: وكذا لو كان له مال غائب لا يصل إليه في أيام النحر لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة بخلاف الزكاة فإنها تجب عليه ؛ لأن جميع العمر وقت الزكاة وهذه قربة موقتة فيعتبر الغنى في وقتها۔ ترجمہ: اور اسی طرح (قربانی واجب نہیں ہوگی) اگر اس کے لیے ایسا غیر موجود مال ہو جو ایام قربانی میں اس کو موصول نہ ہو کیونکہ وہ مال کی غیر موجودگی وقت فقیر ہے حتی کہ اس کے لیے صدقہ حلال ہے، بخلاف زکوٰۃ کے کہ بیشک یہ اس پر واجب ہے کیونکہ تمام عمر زکوٰۃ کا وقت ہے اور یہ (قربانی) ایک خاص وقت والی نیکی ہے لہذا اس کے وقت میں غنی ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط وجوب فی الاضحیۃ، جلد6، صفحہ 283، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

البحر الرائق میں ہے: ومن كان غائبا عن ماله في أيام الأضحية فهو فقير۔ ترجمہ: جس کا مال ایام قربانی میں موجود نہ ہو وہ فقیر ہے۔
(البحر الرائق، کتاب الاضحیۃ، جلد8، صفحہ 320، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے: اگر اس کا مال موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی گزرنے کے بعد وہ مال اوسے وصول ہوگا تو قربانی واجب نہیں۔
(بہارِ شریعت، جلد1، حصہ5، صفحہ 333، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: حاجت اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکاۃ واجب نہیں، جیسے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں میں پہننے کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لیے لونڈی غلام، آلاتِ حرب، پیشہ وروں کے اوزار، اہلِ علم کے لیے حاجت کی کتابیں، کھانے کے لیے غلّہ۔
(بہارِ شریعت، جلد1، حصہ5، صفحہ 880، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی بزازیہ میں ہے: له دين حال على مقر ملى وليس عنده مايشتريها به لايلزمه الاستقراض ولا قيمة الاضحية اذا وصل الدين اليه ولكن يلزمه ان يسأل منه عن الاضحية اذا غلب على ظنه انه يعطيه۔ ترجمہ: اس کے لیے اقرار کرنے والے امیر شخص پر قرض مطلق ہے اور اس خود کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے قربانی خرید سکے تو اس پر قرض کا مطالبہ کرنا لازم نہیں اور جب اسے قرض واپس ملے تو اس وقت قربانی کی قیمت کا تصدق کرنا لازم نہیں۔ لیکن جب ظن غالب ہو کہ وہ اسے دے دے گا تو اس پر بقدرِ حصہ قربانی کی رقم کا سوال کرنا لازم ہے۔ (فتاوی بزازیہ بحاشیۃ الھندیہ، کتاب الاضحیۃ، الفصل الثانی فی نصابھا، جلد6، صفحہ 287، دار الفکر، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: دین تین قسم کا ہے: اول قوی یعنی قرض جسے عرف میں دست گردان کہتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد10، صفحہ 162، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

الجواب صحیح والله أعلم ورسوله عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وأصحابه وبارك وسلم

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفي عنه الباري

كتبه: ابو الفيضان الرضوى عفى عنه
27 ذو القعدہ 1439ھ، 10 اگست 2018

قربانی کے جانور کے حرام اجزاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ
(1) قربانی کے جن اعضاء کا کھانا حرام ہے ان کی تفصیل بیان کردیں؟
(2) قربانی کے جانور کے گوشت کی تقسیم کاری کا جو طریقہ ہے اس بارے یہ پوچھنا ہے کہ عموماً لوگ جو اپنی قربانی کرتے ہیں وہ گوشت کے تین حصے کرنے سے قبل ہی کلیجی پکا کر کھالیتے ہیں اس کے بعد گوشت کے تین حصے کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے
سائل: خالد محمود عطاری (وہاڑی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) حلال جانوروں میں بعض اعضاء ایسے ہیں جن میں بعض کا کھانا حرام اور بعض کا مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث پاک میں ہے "أخبرنا عبد الرزاق قال أخبرنا الأوزاعی عن واصل عن مجاھد قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ من الشاۃ سبعا الدم والحیا والأنثیین والغدۃ والذکر والمثانۃ والمرارۃ وکان یستحب من الشاۃ مقدمھا۔"
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکری کے گوشت میں سے سات چیزوں کو ناپسند فرماتے تھے: (1) بہتا ہوا خون (2) شرمگاہ (3) دونوں خصیے یعنی کپورے (4) غدود (5) آلہ تناسل (6) مثانہ (7) پتہ۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکری کے دست پسند فرماتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب ما یکرہ من الشاۃ، حدیث 8771، جلد 04، صفحہ 535،)
بدائع الصنائع اور فتاوی عالمگیری میں ہے۔ "ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ۔" (فتاوی عالمگیری، جلد 05، صفحہ 290، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)
سیدی امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے مزید تحقیق سے جو بیان فرمائے ان کی تعداد بائیس ہے۔ "(1) رگوں کا خون (2) پتا (3) پُھکنا (4) و (5) علامات مادہ ونر (6) بیضے (7) غدود (8) حرام مغز (9) گردن کے دو پٹھے کہ شانوں تک کھنچے ہوتے ہیں (10) جگر کا خون (11) تلی کا خون (12) گوشت کا خون کہ بعد ذبح گوشت میں سے نکلتا ہے (13) دل کا خون (14) پت یعنی وہ زرد پانی کہ پتے میں ہوتا ہے (15) ناک کی رطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے (16) پاخانہ کا مقام (17) اوجھڑی (18) آنتیں (19) نطفہ (20) وہ نطفہ کہ خون ہوگیا (21) وہ کہ گوشت کا لوتھڑا ہوگیا (22) وہ کہ پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا بے ذبح مرگیا۔ (فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 41-240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)
(2) جائز ہے۔ اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم
کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ
ابو اطہر مفتی محمد اظہر المدنی
26 ذو الحجہ 1430ھ 14 دسمبر 2009ء

دار الافتاء فیضان شریعت — المفتی — ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

قربانی واجب تھی مگر نہیں کرسکا تو حکم شرع کیا ھے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ قربانی واجب تھی مگر نہ کی، جانور ہی نہیں لیا تو اب اس کی ادائیگی کی صورت کیا ہے جبکہ ایام قربانی بھی گزر گئے ہیں، اب ہم جانور کی قیمت صدقہ کرنا چاہتے ہیں آپ بتائیں ہم کیا کریں؟

سائل: محمد زوہیب (مناواں، لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایة الحق والصواب

قربانی واجب ہونے کی صورت میں اگر کسی نے نہ کی ہو تو ایک ایسے متوسط بکرے کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے جو قربانی کے لئے کفایت کرتا ہو۔لہٰذا اب آپ ایک درمیانے درجے کا بکرا جو قربانی کے قابل ہو اس کی قیمت شرعی فقیر پر صدقہ کردیں۔ درمختار میں ہے "ترکت التضحیة و مضت ایامھا تصدق غنی بقیمة شاة تجزیٔ فیھا" ملتقطا ترجمہ: قربانی چھوٹ گئی ہو اور قربانی کے ایام بھی گزر جائیں تو غنی شخص بکرے کی قیمت صدقہ کردے تو اس سے کفایت حاصل ہوجائے گی۔

(درمختار، کتاب الاضحیہ، جلد 6، صفحہ 1-320، دارالفکر، بیروت)

بدائع میں ہے "وإن کان لم یوجب علی نفسه ولا اشتری وھو موسر حتی مضت أیام النحر تصدق بقیمة شاة تجوز فی الأضحیة؛ لأنه إذا لم یوجب ولم یشتر لم یتعین شیء للأضحیة وإنما الواجب علیه إراقة دم شاة فإذا مضی الوقت قبل أن یذبح - ولا سبیل إلی التقرب بالإراقة بعد خروج الوقت لما قلنا - انتقل الواجب من الإراقة والعین أیضا لعدم التعیین إلی القیمة وھو قیمة شاة یجوز ذبحھا فی الأضحیة ولو صار فقیرا بعد مضی أیام النحر لا یسقط عنه التصدق بعین الشاة أو بقیمتھا؛ لأنه إذا مضی الوقت صار ذلک دینا فی ذمته فلا یسقط عنه لفقرہ بعد ذلک، ولو وجب علیه التصدق بعین الشاة فلم یتصدق ولکن ذبحھا یتصدق بلحمھا ویجزیه ذلک إن لم ینقصھا الذبح وإن نقصھا یتصدق باللحم وقیمة النقصان، ولا یحل له أن یأکل منھا وإن أکل منھا شیئا غرم قیمته ویتصدق بھا لما یذکر فی موضعه وکذلک لو أوجب علی نفسه أن یتصدق بھا لا یأکل منھا إذا ذبحھا بعد وقتھا أو فی وقتھا فھو سواء" ترجمہ: اگر کسی صاحب استطاعت شخص نے اپنے اوپر قربانی لازم کی نہ ہی اس نے خریدی، حتی کہ ایام نحر گزر گئے تو وہ ایک ایسی بکری جس کی قربانی ہوسکتی ہو اس کی قیمت تصدق کرے، کیونکہ جب اس نے اپنے اوپر لازم نہیں کی اور نہ ہی خریدی تو قربانی کے لیے کوئی چیز متعین نہ ہوئی حالانکہ اس پر ایک بکری کا خون بہانا لازم تھا تو جب ذبح سے پہلے وقت گزر گیا، تو اس کے پاس وقت نکلنے کے بعد خون بہانے کے ذریعے تقرب حاصل کرنے کا کوئی

راستہ باقی نہ رہا سو اس کو جو ہم نے کہا (یعنی قیمت تصدق کرے)، خون بہانے اور بکری کی تعیین نہ ہونے کی وجہ سے قربانی کا واجب قیمت کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ ایسی بکری کی قیمت ہے جس کی قربانی کرنا جائز ہو۔ اور اگر وہ فقیر ہو گیا تو ایامِ نحر کے گزرنے کے بعد ایک بکری یا اس کی قیمت کا تصدق ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ جب وقت گزر گیا تو وہ اس کے ذمے دین ہو گئی لہٰذا وقت گزرنے کے بعد اس کے فقیر ہونے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی، اور اگر اس پر زندہ بکری کو تصدق کرنا لازم ہوا اور اس نے نہیں کی اور اس کو ذبح کر دیا تو اس کا گوشت تصدق کرے اور یہ اس کو کفایت کرے گا اگر ذبح کرنے سے اس کی قیمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اور اگر کمی واقع ہوئی تو گوشت بھی تصدق کرے اور جتنی کمی ذبح سے واقع ہوئی اتنی قیمت بھی، اور اس کے لیے حلال نہیں کہ اس میں سے کچھ کھائے، اور اگر اس نے اس میں سے کچھ کھایا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا، اور اس کو تصدق کرے اسی موضع میں جس کا ذکر ہوا، اور اسی طرح اگر کسی نے اپنے اوپر لازم کی کہ اس کو تصدق کرے گا تو اس میں سے نہ کھائے برابر ہے کہ اس کو وقت گزرنے کے بعد ذبح کیا گیا ہو یا وقت کے اندر۔

(بدائع صنائع، کتاب التضحیۃ، فصل فی أنواع کیفیۃ الوجوب، جلد5، صفحہ68، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بدائع صنائع میں ہے "وإن مضت أيام النحر فعلى الذابح أن يتصدق بقيمة شاة وسط" ترجمہ: اگر ایام قربانی گزر جائیں تو ذابح پر ایک متوسط درجے کی بکری کو ذبح کرنا لازم ہوگا

(بدائع صنائع، کتاب التضحیۃ، فصل فی شرائط جواز إقامۃ الواجب فی الأضحیۃ، جلد5، صفحہ76، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر المدنی
22 ذو الحجۃ الحرام 1436ھ 7 اکتوبر 2015ء

Faizan-e-Shariat Foundation
دارالافتاء فیضان شریعت
الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

حاملہ جانور کی قربانی کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ حاملہ جانور کی قربانی ہوجائے گی یا نہیں؟

سائل: محمد نور (مرکز الاولیاء، لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورتِ مسئولہ میں حاملہ جانور کی قربانی اگر کسی نے کی تو ہوجائے گی لیکن ناپسندیدہ ہے۔ اور پیٹ سے بچہ زندہ نکلنے کی صورت میں اسے ذبح کردیا جائے اور اس کا گوشت استعمال میں لایا جاسکتا ہے اور بچہ مردہ پیدا ہوا تو اسے پھینک دیا جائے کہ وہ مردار ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ''دودھ کے جانور یا گابھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 370،: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''قربانی کی اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے تو اسے بھی ذبح کردے اور اسے صرف میں لاسکتا ہے اور مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دے مردار ہے۔''

(بہارِ شریعت، جلد 3، حصہ 15، صفحہ 348، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

3 ذو الحجۃ الحرام 1435ھ 29 ستمبر 2014ء

نمازِ عید کا طریقہ (حنفی)

نیت: (نیت دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں اگر زبان سے بھی الفاظ کی ادائیگی کر لی جائے تو بہتر ہے۔)

''میں نیّت کرتا ہوں دو رَکعت نمازِ عیدُ الفِطر (یا عِیدُ الاَضحٰی) کی، ساتھ

چھ (6) زائد تکبیروں کے، واسطے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے، پیچھے اِس امام کے''

نمازِ عید میں کل سات (7) تکبیرات ہوتی ہیں، ایک تو نماز شروع کرتے وقت جو ہر نماز کے شروع میں ہوتی ہے باقی چھ (6) تکبیرات زائدہ ہیں جن میں سے تین (3) پہلی رکعت میں ثناء اور سورۃ فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہے اور باقی تین (3) تکبیرات دوسری رکعت میں رکوع جانے سے قبل پڑھی جاتی ہیں۔

تکبیرات کی تفصیل

نیت کے بعد نماز شروع کرنے کے لئے پہلی تکبیر **اللہُ اَکبر** کہہ کر حسبِ معمول ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لیجئے

پھر ثَنا یعنی **سبحانک اللھم** ۔۔۔۔۔ پڑھیے۔

پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھایئے اور **اَللّٰہُ اَکبر** کہتے ہوئے لٹکا دیجئے۔

پھر ہاتھ کانوں تک اٹھایئے اور **اَللّٰہُ اَکبر** کہہ کر لٹکا دیجئے۔

پھر کانوں تک ہاتھ اٹھایئے اور **اَللّٰہُ اَکبر** کہہ کر باندھ لیجئے

پھر اِمام تَعَوُّذ (یعنی **اَعوُذُ باللہ**) اور تَسمِیَہ (یعنی **بسم اللہ**) آہستہ پڑھ کر **اَلحَمد شریف** اور کسی بھی سورت کو جہر (یعنی بُلند آواز) کے ساتھ پڑھے، پھر رُکوع اور سجدے کرے۔ (یوں ایک رکعت مکمل ہوئی)

پھر دوسری رَکعت میں پہلے اَلْحَمْد شریف اور کسی بھی سورت کو جہر (یعنی بلند آواز) کے ساتھ پڑھئے،
پھر تین بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اَللّٰہُ اَکْبَر کہئے اور ہاتھ نہ باندھئے اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اُٹھائے اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہوئے رُکوع میں جائیے اور عام نماز کی طرح باقی کی نَماز مکمّل کر لیجئے۔

ہر دو تکبیروں کے درمیان تین بار "سُبْحٰنَ اللہ" کہنے کی مِقدار چُپ کھڑا رہنا ہے۔

تکبیرات کے بعد ہاتھ کب باندھتے ہیں؟

پہلی تکبیر (نماز کی ابتداء والی) کے بعد ہاتھ باندھئے اِس کے بعد دوسری اور تیسری تکبیر میں لٹکائیے اور چوتھی میں ہاتھ باندھ لیجئے۔ دوسری رکعت کی تمام تکبیرات کے بعد ہاتھ نہ باندھئے

اس کو یوں یاد رکھئے کہ جہاں قِیام میں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے
وہاں ہاتھ باندھتے ہیں اور جہاں نہیں پڑھنا وہاں ہاتھ لٹکانے ہیں

(بہارِ شریعت، ج1، ص781۔ دُرِّ مختار، ج3، ص61)

پیشکش: فیضان شریعت فاؤنڈیشن

شعبہ: دارالافتاء فیضان شریعت

فقہ حنفی پر مشتمل قرآن وسنت سے ثابت شدہ فتاوٰی جات پڑھنے اور دیگر اسلامی و اصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج (Faizan e Shariat Foundation) کو ضرور لائک کریں۔
اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں:

+92 321 4061265

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi